ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 33... شمارہ نمبر 05... مئی 2025

کھیت مزدوری اور گھر کے سارے کام کرنے والی پاکستانی عورت

یومِ مئی آپ کے نام

HRCP
Funded by the European Union
عالمی یومِ آزادی صحافت 3 مئی
آزادی صحافت؟
کیسی آزادی؟
پاکستان کہاں کھڑا ہے؟
آر ایس ایف کے پریس فریڈم انڈیکس میں 180 ممالک میں سے 152 ویں نمبر پر
2024 میں 6 صحافی قتل
صحافیوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر ہتکِ عزت اور غلط معلومات سے متعلق قوانین کا استعمال
سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس (X) ایک سال سے زائد عرصے سے بند
ایک سال میں 19 بار انٹرنیٹ کی بندش
#journalismisnotacrime

فہرست

پریس ریلیزیں	03
کھیت مزدور عورتوں کے شب و روز: 'میں نے حمل کے آخری مہینوں میں بھی کبھی کام نہیں چھوڑا، اور کوئی چارہ بھی تو نہیں'	05
2024 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال	07
چولستان کانفرنس میں مقامی لوگوں کے حقِ اراضی کے تحفظ پر زور	11
مارگلہ ہلز نیشنل پارک میں غیر قانونی تعمیرات اور ماحولیاتی انحطاط ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ۔ اپریل 2025	12
خواتین کے حامی قوانین کی اہمیت اور ان کا نفاذ: خواتین کے عالمی دن کی یاد میں	14
بیٹی کا حقِ میراث: ترقی اور انصاف کا سنگِ میل	15
پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم، بنیادی رکاوٹیں کیا ہیں؟	16
ملک پر پنجاب کے سیاسی اور معاشی تسلط نے قوم کے اتحاد کو کمزور کیا ہے	18
سوئی گیس دفتر کے قیام کا مطالبہ	19

ایچ آر سی پی کسان کنونشن زمین کے حقوق، موسمیاتی انصاف کا مطالبہ کرتا ہے

آج پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے زیر اہتمام کسان کنونشن میں جنوبی پنجاب بھر سے زرعی مزدوروں، کسانوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں نے شرکت کی، جہاں انہوں نے موسمیاتی تبدیلی، زمین کے حقوق، کارپوریٹ فارمنگ اور زرعی پالیسی سازی میں خواتین اور اقلیتی برادریوں کی منظّم بے دخلی پر اپنی شدید تشویش کا اظہار کیا۔

مقررین نے پاکستان کے زرعی مرکز پر موسمیاتی تبدیلی کے تباہ کن اثرات کو اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ بدلتے موسم اور خشک ہوتی نہریں فصلوں کے اوقات اور پیداوار کو بری طرح متاثر کر رہے ہیں۔ ایچ آر سی پی کی کونسل رکن لبنیٰ ندیم نے اس بات پر زور دیا کہ پنجاب کے لیبر قوانین میں خواتین زرعی مزدوروں کو اب بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے، حالانکہ موسمیاتی آفات کا سب سے زیادہ بوجھ یہی خواتین اٹھاتی ہیں۔

کنونشن کا مرکزی موضوع زمین کے حقوق تھا۔ صدر چولستان بچاؤ تحریک، اللہ رکھا نے چولستان کے مقامی کسانوں کی مبینہ بے دخلی کی مذمت کی، حالانکہ ایچ آر سی پی کے سابق چیئرپرسن حنا جیلانی کی سربراہی میں ہونے والے ایک فیکٹ فائنڈنگ مشن کے نتیجے میں 27,000 سے زائد افراد کو زمین الاٹ کی گئی تھی۔ کوٹ ادو سے تعلق رکھنے والے کارکن رفیع شنکر اور کاریتاس کے ایگزیکٹو افسر سلیم چنن نے ان خاندانوں کے خلاف بے دخلی کی دھمکیوں کی مذمت کی جو کئی نسلوں سے یہ زمینیں آباد کرتے آئے ہیں۔

شرکاء نے کارپوریٹ فارمنگ منصوبوں کی سختی سے مخالفت کی، جو مقامی کسانوں کی بے دخلی اور ماحولیاتی نظام کی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ انجمن تحریک کسان بھکر کے صدر، مہر غلام عباس سیال نے آبائی زمینوں کو بڑی کمپنیوں کو لیز پر دیے جانے پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ ''غذائی تحفظ کارپوریٹ لالچ پر مقدم ہونا چاہیے۔'' انجمن تحریک کسان، عارف والا کے صدر رانا محمد سلیم نے ایسے منصوبوں کے لیے جنگلات کی غیر قانونی کٹائی پر روشنی ڈالی، اور کہا کہ ان منصوبوں سے کمپنیوں نے بھاری منافع کمایا جبکہ مقامی افراد کا روزگار بھی متاثر ہوا۔

خواتین اور اقلیتوں نے بھی اپنے تحفظات سے آگاہ کیا۔ انسانی حقوق کی کارکن علیشا نایاب نے مطالبہ کیا کہ خواتین اور مسیحی مزدوروں کو لیبر حقوق اور زمین کے فوائد فراہم کیے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ''خواتین بیج بوتی ہیں، فصل اگاتی ہیں اور کاٹتی ہیں، مگر قانون کی نظر میں ان کا کوئی وجود نہیں۔'' ٹرانس جینڈر کمیونٹی کے اراکین نے بھی زرعی پالیسی سازی میں شمولیت کا مطالبہ کیا۔ انجمن مزارعین خانیوال کی صدر، عقیلہ ناز نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ''خواتین زرعی مزدوروں کا دن'' سرکاری طور پر منایا جائے اور خواتین کسانوں کو پالیسی سازی میں مرکزی حیثیت دی جائے۔

کنونشن کے اختتام پر ایک مطالبات کا منشور پیش کیا گیا، جس میں زرعی مزدوروں کے لیے کم از کم اجرت کے قوانین کو صنعتی مزدوروں کے مساوی کرنے، خواتین اور اقلیتوں کو زرعی مزدوروں کے طور پر باضابطہ تسلیم کرنے، کارپوریٹ زمینوں پر قبضے کے خاتمے، اور طویل مدتی کاشتکاروں کے لیے زمین کی ملکیت کے حقوق دینے کے مطالبات شامل تھے۔ شرکاء نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ ریاستی زمینوں کو بے زمین کسانوں میں تقسیم کیا جائے اور خواتین کو مساوی ملکیتی حقوق دیے جائیں۔ ایچ آر سی پی پنجاب کے وائس چیئر راجہ اشرف نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

انسانی حقوق کے کارکن فادر مقصود نے شرکاء کے اجتماعی عزم کو ان الفاظ میں سمیٹا: ''ہم ہمدردی نہیں، انصاف مانگ رہے ہیں۔''

[پریس ریلیز۔ ملتان۔ 28 اپریل 2025]

شدت پسندی اور جمہوری انحطاط کا سال: ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ 2024 کا اجراء

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی آج جاری ہونے والی سالانہ رپورٹ شہری آزادیوں میں تشویشناک کمی، امنِ عامہ کی بگڑتی صورتحال، اور وفاقی نظام پر واضح دباؤ کی نشاندہی کرتی ہے۔

''پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال 2024'' کے عنوان سے شائع ہونے والی اس رپورٹ کے مطابق، فروری 2024 کے عام انتخابات انتخابی دھاندلی کے الزامات کی زد میں رہے۔ سیاسی غیر یقینی صورتحال کے ماحول میں ایک بڑی سیاسی جماعت کا مستقبل اور اس کی مخصوص نشستوں کی تقسیم غیر واضح رہی۔ نئی آنے والی حکومت نے جلد بازی میں کئی ناقص قوانین منظور کر کے غیر جمہوری عناصر کو گنجائش فراہم کی۔

رپورٹ کے مطابق، 2024 میں شدت پسندی میں تشویشناک اضافہ ہوا: اس سے منسلک ہلاکتوں کی تعداد 2,500 سے تجاوز کر گئی۔ ان میں سے زیادہ تر حملے خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں ہوئے۔ کم از کم 24 افراد ہجوم کے ہاتھوں مارے گئے، جن میں سے بعض واقعات، جیسے کہ سوات اور سرگودھا میں، کا تعلق توہینِ مذہب کے الزامات سے تھا۔

رپورٹ کی رونمائی کے موقع پر، ایچ آر سی پی کے چیئرپرسن اسد اقبال بٹ نے ریاستی جبر کی جانب توجہ دلاتے ہوئے بتایا کہ 2024 میں جبری گمشدگی کے کم از کم 379 نئے مقدمات، توہینِ مذہب کے الزام میں دو ماورائے عدالت قتل، اور صرف سندھ و پنجاب میں 4,864 مبینہ پولیس مقابلے رپورٹ ہوئے۔

ایچ آر سی پی کی سابق چیئرپرسن حنا جیلانی نے کہا کہ جبری گمشدگی کسی بھی صورت میں قابلِ جواز نہیں — خواہ جنگ ہو یا بغاوت — اور ''کسی بھی مقصد کے لیے تشدد یا دہشت گردی کو جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔'' انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق کی برادری کا مطالبہ ہے کہ ''تشدد کے ہر واقعے سے قانون کے مطابق نمٹا جائے۔''

کم از کم 1,200 افراد کو توہینِ مذہب کے الزامات کے تحت قید کیا گیا، جنہیں مبینہ طور پر دائیں بازو کے انتہا پسند عناصر نے سوشل میڈیا پر توہین مذہب پر مبنی مواد شیئر کرنے پر اکسایا۔ احمدی برادری نے مذہبی بنیادوں پر کم از کم چھ قتل، اور 200 سے زائد قبروں و عبادت گاہوں کی بے حرمتی کی اطلاع دی، جو ریاست کی دائیں بازو کی جماعتوں کے سامنے پسپائی اور شدت پسندی میں اضافے کی علامت ہے۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارم ایکس پر مسلسل پابندی، سیاسی موضوعات پر رپورٹنگ کرنے والے صحافیوں کی گرفتاریاں، جلسے جلوسوں کی روک تھام کے لیے دفعہ 144 کا بار بار نفاذ، پشتون تحفظ موومنٹ پر پابندی، اور احتجاجی مظاہروں کے خلاف غیر متناسب — بلکہ بعض اوقات مہلک — طاقت کا استعمال، اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ ریاست تنقید یا اختلافِ رائے برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ ایچ آر سی پی کی شریک چیئرپرسن منیزے جہانگیر نے 2024 میں حکومتی قانون سازی اور اظہارِ رائے کی آزادی پر اس کے اثرات پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سرکاری عہدیداروں کو عام شہریوں کی جائز تنقید سے استثنا نہیں دیا جانا چاہیے۔

ملک بھر میں 24 لاکھ مقدمات زیرِ التوا ہونے کے باعث عدالتی نظام پر شدید بوجھ رہا۔ اگرچہ، عدالتوں نے کم از کم 174 افراد کو سزائے موت سنائی، لیکن کسی بھی مجرم کو پھانسی نہیں دی گئی۔ جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدیوں کا تناسب تقریباً 228 فیصد رہا۔

ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے نشاندہی کی کہ کان کن، سینیٹیشن ورکرز اور پولیو ورکرز شدید خطرات سے دوچار رہے اور ان شعبوں میں کم از کم 172 ہلاکتیں ہوئیں۔ خواتین اور بچوں کے خلاف تشدد بدستور جاری رہا: غیرت کے نام پر قتل کے کم از کم 405، جنسی زیادتی کے 4,175، گھریلو تشدد کی بناء پر قتل کے 1,641، اور بچوں پر تشدد کے 1,630 واقعات رپورٹ ہوئے۔ حکومت نے افغان شہریوں کی واپسی کا عمل جاری رکھا، تاہم یہ خدشات برقرار رہے کہ یہ بے دخلیاں رضامندی اور وقار سے متعلق عالمی معیارات پر پورا نہیں اترتیں۔ تعلیم وصحت کی صوتحال ناقص رہی، جبکہ سال کے مختلف حصوں میں شدید موسم اور آلودہ فضا نے صورت حال کو مزید ابتر دیا۔

ایچ آر سی پی اسلام آباد کی وائس چیئر نسرین اظہر نے تقریب کے اختتام پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 26 ویں آئینی ترمیم نے عدالتی امور میں انتظامیہ کی مداخلت کو بڑھا دیا ہے۔

[پریس ریلیز۔ اسلام آباد۔ 30 اپریل 2025]

کھیت مزدور عورتوں کے شب و روز: 'میں نے حمل کے آخری مہینوں میں بھی کبھی کام نہیں چھوڑا، اور کوئی چارہ بھی تو نہیں'

عثمان سعید

پاکپتن کی تحصیل عارف والا کے گاؤں 25 ای بی کے باہر دھان کے کھیتوں میں کھال کے اوپر چارپائی دھری ہے جہاں اگست کی ایک صبح فریاد کا خاندان ناشتہ کر رہا ہے۔ سبزی، روٹی اور ساتھ لسی کا ایک مٹکا۔

سخت محنت کے دوران یہ وقفہ غنیمت ہے۔ وہ فجر کی اذان سے بہت پہلے یہاں دھان کے کھیت میں پہنچے تھے اور گھٹنوں تک پانی میں ڈوبے مسلسل دو گھنٹے چاول کی پنیری لگاتے رہے۔

اس ٹیم میں فریاد کے علاوہ ان کی دو شادی شدہ بیٹیاں اور ان کی اہلیہ رضیہ شامل ہیں جو بظاہر سارا انتظام سنبھال رہی ہیں۔

پاکستان کی معیشت میں زراعت کا حصہ تقریباً 19 فیصد ہے لیکن ملک کی 38 فیصد افرادی قوت اسی شعبے سے وابستہ ہے۔ زرعی لیبر کا 55 سے 60 فیصد پنجاب میں کام کرتا ہے جن میں 40 سے 50 فیصد خواتین ہیں۔

معیشت کے کسی اور شعبے میں خواتین کا اتنا زیادہ کردار نہیں جتنا زراعت میں ہے مگر انہیں موسمی و غیر رسمی مزدور کی حیثیت دی جاتی ہے۔ لیبر قوانین تو زرعی شعبے پر لاگو ہی نہیں ہوتے۔

زرعی روزگار گزر بسر کے لیے ناکافی ہوتا ہے اور موسمیاتی تبدیلیوں اور قدرتی آفات نے اسے ناقابل بھروسہ بھی بنا دیا ہے جس کی وجہ سے پنجاب میں مردوں کی دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی تیز ہوگئی ہے۔

یہ لوگ شہروں میں پلمبر، الیکٹریشن، مستری وغیرہ کا کام سیکھ لیتے ہیں یا پھر ایسی ملازمتیں ڈھونڈتے ہیں جہاں باقاعدہ تنخواہ ملتی ہو۔ ان میں سے کچھ مرد صرف گندم یا چاول کی بوائی یا کٹائی کے موسم میں اپنے گاؤں واپس آتے ہیں۔

مرد روزگار کے لیے شہر چلے جاتے ہیں تو زراعت میں لیبر کا خلا خواتین پُر کرتی ہیں

دلچسپ بات یہ ہے کہ مردوں کے شہر چلے جانے سے زرعی میدان میں لیبر کے خلا کو خواتین پر کر رہی ہیں جو آبپاشی سے کھیت مزدوری تک تمام کام کرتی ہیں۔ یہ نہ ہوتیں تو پنجاب میں فوڈ سپلائی چین کو شدید دباؤ کا سامنا کرنا پڑتا۔

فریاد کے پاس اپنی کوئی زمین نہیں، ان کا خاندانی پیشہ شادی بیاہ میں ڈھول بجانا تھا۔ اب اس سے گزارا نہیں ہوتا اس لیے انہیں مزدوری کے لیے فصل کی بوائی یا کٹائی شروع ہونے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

وہ بتاتے ہیں کہ ان کے خاندان کو زرعی کام ٹھیکے کی شکل میں ملتا ہے جو انہیں مخصوص مدت میں مکمل کرنا ہوتا ہے اور اجرت یکمشت مل جاتی ہے۔ ان کے چک کے اردگرد زیادہ تر زمین چھوٹے کسانوں کی ملکیت ہے جو عموماً دو سے تین ایکڑ کے مالک ہیں۔

سستے برانڈ کی سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے انہوں نے کہا: "وہ کسی ٹھیکیدار کی بجائے براہ راست مجھ سے معاملہ کرتے ہیں، یہ طریقہ زیادہ آسان ہے۔"

اگست کا گرم اور حبس زدہ موسم انسانوں اور جانوروں دونوں کے لیے تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن دھان کے لیے موزوں۔

فریاد کے پاس چار دن ہیں جن میں ان کے خاندان کو ایک ایکڑ زمین میں ہائبرڈ چاول کی پنیری لگانی ہے اور پھر دوسرے کھیت میں کام شروع کرنا ہے۔

موسم سازگار رہا تو وہ روزانہ آٹھ گھنٹے کام کر کے چار دن میں معاہدہ مکمل کر لیں گے۔ یہ کام روزانہ صبح اور سہ پہر چار چار گھنٹے کی دو شفٹوں میں تقسیم ہوگا۔

کھیتوں میں مردوں کے شانہ بشانہ، گھر آ کر ہر کام میں اکیلی

گاؤں کی خواتین کھیتوں میں مردوں کے برابر محنت کرتی ہیں۔ دھان کے کھیت میں سہاگہ مارنا ہو، پنیری لگانی ہو، پھل اور سبزیاں بونے سے کپاس کی چنائی اور گندم کی کٹائی تک وہ ہر کام کرتی ہیں۔ لیکن جب وہ کھیتوں سے واپس گھر آتی ہیں تو وہاں انہیں سب کام اکیلے ہی کرنا پڑتے ہیں۔

رضیہ اپنے شوہر سے تقریباً دو گھنٹے پہلے جاگتی ہیں۔ روٹی کے لیے آٹا گوندھتی ہیں، پھر کھلے صحن میں مٹی سے بنے چولہے میں لکڑیاں اور بھوسہ سلگاتی ہے تب کہیں ان کے شوہر کی آنکھ کھلتی ہے۔

وہ صبح کے لیے سالن رات ہی کو بچا لیتی ہیں، کچھ روٹیاں لپیٹ کر اپنے بیٹوں کے لیے رکھ دیتی ہیں جو سکول جانے کے لیے تب جاگتے ہیں جب باقی سب کھیتوں کو جا چکے ہوتے ہیں۔

رضیہ بتاتی ہیں کہ گرمیوں میں دس بجے کے بعد دھوپ میں کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے تو وہ وقفہ کر لیتے ہیں اور چک کے نواح میں واقع اپنے گھر واپس پہنچتے ہیں۔

اسی دوران مویشیوں کو چارہ ڈالنے کا کام رضیہ کی منجھلی بیٹی فاطمہ کرتی ہیں جو آٹھویں جماعت تک ہی سکول جا پائی تھیں۔ ابھی ماں کو گائے کا دودھ نکالنا ہے تاہم باڑے یا گوبر کی صفائی وہ شام کو کریں گی۔

اس خاندان نے دو گائے 'ادھارے' پر رکھی ہوئی ہیں۔ یعنی انہوں نے کسی دوسرے سے مویشی آدھے حصے پر لیے ہیں جن کی یہ دیکھ بھال کرتے ہیں جبکہ دودھ و افزائش کی آمدنی مالک اور رکھوالا برابر بانٹ لیتے ہیں۔

کھیت مزدور خاندان دن بھر مشقت کے باوجود 625 روپے فی کس ہی کما پاتا ہے

عالمی ادارہ برائے خوراک و زراعت (ایف اے او) کے مطابق دیہی خواتین گھریلو کاموں کے ساتھ مویشیوں اور مرغیوں کی دیکھ بھال بھی کرتی ہیں جن میں چارہ ڈالنا، شیڈ صاف کرنا، کھیتوں سے چارہ لانا، دودھ نکالنا اور انڈے جمع کرنا شامل ہے۔

سہ پہر کو فریاد کا خاندان دوسری شفٹ کے لیے دوبارہ کھیتوں کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ ان کی دو بیٹیاں بھی اپنے گھریلو کام نمٹا کر ان سے آ ملتی ہیں۔

راستے میں ان کی ملاقات تنزیلہ سے ہوتی ہے جو ایک دبلی پتلی درمیانی عمر کی خاتون ہیں جو اپنی عمر سے زیادہ بوڑھی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ کھیت اور گھر میں دن بھر محنت کے بعد بھینسوں کو تالاب سے پانی پلانے لے جا رہی ہیں۔

گاؤں کے دوسری طرف بھوسے کی گرد میں اٹے رفیق اور ان کی بیوی ثمینہ تلی کی خشک چھڑیوں سے بیج نکالنے میں مصروف ہیں۔ یہ نوجوان جوڑا 16 افراد پر مشتمل ایک بڑے خاندان کا حصہ ہے جو مل کر مزدوری کرتا ہے۔

یوں دیکھا جائے تو فریاد کے خاندان کو کل ڈھائی ہزار روپے مزدوری ملتی ہے جو فی کس 625 روپے یومیہ بنتے ہیں یعنی سرکاری مقرر کردہ اجرت کا تقریباً نصف۔

رضیہ کے بقول وہ اچھے موسم (فصل اور حالات) میں بھی زیادہ سے زیادہ 25 سے 30 ہزار روپے ماہانہ کما پاتے ہیں۔

چار مہینے ہمیں کوئی کام نہیں ملتا، یہ بہت مشکل وقت ہوتا ہے

صوبائی حکومت زرعی شعبے میں کم از کم اجرت کے قانون پر عمل کرانے میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہی۔ یہاں عارف والا میں جتنے بھی کھیت مزدوروں سے بات کی گئی ان میں سے کسی کو بھی حکومتی مقرر کردہ کم از کم اجرت کا علم نہیں تھا۔ علاوہ ازیں کھیت مزدوری کے تقریباً تمام معاہدے زبانی ہوتے ہیں جن کا کوئی تحریری ثبوت نہیں ہوتا۔

رضیہ کہتی ہیں کہ زرعی شعبہ پورا سال اسی طرح کی مزدوری پر چلتا ہے۔ کچھ مہینے تو ایسے ہوتے ہیں جب نہ بوائی ہوتی ہے اور نہ کٹائی، بس فصل پکنے کا انتظار رہتا ہے۔ "چار مہینے ہمیں کوئی کام ہی نہیں ملتا یہ بہت مشکل وقت ہوتا ہے۔"

تو پھر گزارا کیسے ہوتا ہے؟ "دکان داروں کی مہربانی ہے کہ ہمیں ادھار پر راشن دے دیتے ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ہم فصل پر قرض لوٹا دیں گے۔"

ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ کھیت مزدور دن رات محنت کر کے بھی اتنا کماتے ہیں کہ بمشکل گزارا کرتے اور قرض اتارتے ہیں۔ بے روزگاری میں پھر قرض لیتے ہیں اور فصل پر دوبارہ اسی کو اتارنے میں جت جاتے ہیں۔

رضیہ نے بتایا کہ کچھ دوسرے قرضے بھی ہیں۔ فریاد نے اپنی دوسری بیٹی کی شادی کے لیے ڈھائی لاکھ روپے قرض لیا تھا جس میں سے آدھی رقم ادا ہو چکی ہے۔ امید ہے تیسری بیٹی کی شادی سے پہلے باقی بھی ادا ہو جائے گا۔

"یہ سب بہت مشکل ہے۔ ہماری آمدنی سے چولہا مشکل سے جلتا ہے اوپر سے بجلی کے بھاری بل بھی آ جاتے ہیں جو ہماری آمدن کا بیشتر حصہ چٹ کر جاتے ہیں۔"

'میں نے حمل کے آخری مہینوں میں بھی کبھی کام نہیں چھوڑا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں'

کھیت مزدوری میں عورت کی بیماری، حمل یا بعد از زچگی آرام کو بھی اہم نہیں سمجھا جاتا نہ ہی اسے کام سے غیر حاضری کی معقول وجہ تصور کیا جاتا ہے۔

رضیہ یاد کرتے ہوئے بتاتی ہیں کہ جب ان کی پہلی بیٹی حنا پیٹ میں تھی تو اس دوران بھی انہیں کام کرنا پڑتا تھا۔ یہ دھان کی بوائی کا موسم تھا اور ٹھیکے مکمل کرنا ضروری تھے۔ دوسرا بچہ یعنی عائشہ بطن میں تھی تو وہ گندم کاٹ رہی تھیں اور حنا پیچھے پیچھے پھرتی تھی۔

"کچھ سال بعد جب میں اور حنا دھان کی پنیری لگا رہی ہوتی تھیں تو عائشہ اپنے چھوٹے بھائی کو جھولے (چارپائی سے بندھا کپڑا) میں سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔ میں اپنے چھ بچوں کو کام کے دوران کھیتوں میں ہی دودھ پلایا کرتی تھی۔

"میں نے حمل کے آخری مہینوں میں بھی کبھی کام کرنا نہیں چھوڑا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

ایشین فورم فار ہیومن رائٹس اینڈ ڈیولپمنٹ کی رپورٹ کہتی ہے کہ دیہات میں خواتین کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ وہ اکثر مناسب غذا سے محروم رہتی ہیں جس کے نتیجے میں کمزوری اور بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔

اس رپورٹ کے مطابق حاملہ خواتین کا کھیتوں میں سخت کام کرنا خطرناک ہے جو ماں اور ہونے والے بچے دونوں کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

دھان لگانے یا کھیت میں گوڈی کے لیے مسلسل جھکے رہنا کمر، جوڑوں اور پٹھوں کی تکلیف کا سبب بنتا ہے۔ حمل اور بچے کو دودھ پلانے کے دوران غذا کی کمی خواتین کو مزید کمزور کر دیتی ہے جس سے وہ کئی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

فریاد اور رفیق اپنی بیویوں کی قربانیوں کا اعتراف کرتے ہیں لیکن گھر میں ان کی مدد کے لیے ایک انگلی بھی نہیں ہلاتے۔ کہتے ہیں "یہ تو عورتوں ہی کا کام ہے۔"

لڑکے صبح کو سکول جاتے اور شام کو کرکٹ کھیلتے یا آوارہ گردی کرتے نظر آتے ہیں

بیٹے، خاندان کو غربت سے نکالنے کا واحد ذریعہ سمجھے جاتے ہیں جس کے لیے ان کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اگر لڑکا میٹرک بھی پاس کر لے تو کوئی چھوٹی موٹی نوکری حاصل کر سکتا ہے جو مستقل آمدنی کی ضمانت ہو گی۔

لیکن بیٹی کی تعلیم؟ چک 25 ای بی کے تقریباً تمام مردوں کا خیال ہے کہ لڑکی کی تعلیم کا فائدہ اس کے سسرال کو ہو گا۔ لڑکی کھیتوں میں کام کر کے والدین کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے۔

رضیہ کو پانچویں کے بعد سکول چھوڑنا پڑا تھا۔ ان کی دونوں بیٹیوں کی پڑھائی بھی پرائمری کے بعد چھڑوا دی گئی کیونکہ گھر میں ان کی زیادہ ضرورت تھی لیکن بیٹے صبح سکول جاتے اور شام کو ادھر ادھر آوارہ گردی کرتے ہیں۔

ثمینہ کبھی سکول نہیں گئیں مگر چاہتی ہیں کہ ان کے بیٹے کالج تک پہنچیں تاکہ انہیں (بیٹوں کو) کھیتوں میں مشقت نہ کرنی پڑے۔

یہی سوچ گاؤں میں لڑکیوں کو تعلیم سے محروم رکھنے کی بڑی وجہ ہے۔ انہیں یہ سمجھ نہیں آتا کہ لڑکیوں کو پڑھایا جائے تو وہ بھی وہی ملازمتیں حاصل کر سکتی ہیں جن کی وہ اپنے بیٹوں کے لیے آرزو کرتے ہیں۔

باپ چاہتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں کھیتوں اور گھروں میں اپنی ماؤں کی طرح کام کریں۔

پنجاب کے دیہات میں کوئی بچی اپنے چھوٹے بہن یا بھائی کو کمر پر لادے پھر رہی ہے تو کوئی مویشیوں کے پیچھے بھاگ رہی ہے جبکہ لڑکے کرکٹ کھیلتے یا ادھر اُدھر گھومتے نظر آتے ہیں۔

دیکھنے والا سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ تعلیم تک رسائی ہو تو بہتر کون ثابت ہو گا؟ وہ لڑکی جس پر بچپن سے ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیا گیا یا وہ لڑکا جو آوارہ گردی میں وقت گزار رہا ہے۔

سندھ میں کھیت مزدور خواتین کے حقوق کا قانون تو ہے مگر اس پر عمل کون کروائے گا؟

سندھ حکومت نے خواتین کھیت مزدوروں کے حقوق کو سب سے پہلے تسلیم کیا اور دسمبر 2019 میں 'سندھ ویمن ایگریکلچرل ورکرز ایکٹ' نافذ کیا۔

اس قانون کے تحت مرد اور خواتین کو برابر اجرت ملے گی جو سرکاری مقرر کردہ اجرت سے کم نہیں ہو گی۔ کھیتوں میں کام تحریری معاہدے کے تحت ہو گا اور روزانہ کام کے اوقات آٹھ گھنٹے سے زیادہ نہیں ہوں گے۔

خواتین کو زچگی یا عدت کے لیے 120 دن کی چھٹی لازمی ملے گی جبکہ دودھ پلانے والی ماؤں کے لیے محفوظ اور صاف ستھرا ماحول فراہم کرنا ہو گا۔

ہاری ویلفیئر ایسوسی ایشن کے مطابق قانون کھیت مزدور خواتین کے حقوق کو تسلیم تو کرتا ہے لیکن سندھ حکومت اس پر عملدرآمد کرانے میں ناکام نظر آتی ہے۔

پنجاب میں 'ہوم بیسڈ ورکرز ایکٹ 2023ء' کا نفاذ دیہاڑی دار لیبر کے حقوق کے تحفظ کی جانب اہم پیشرفت ہے لیکن یہاں بھی سندھ کی طرز پر کھیت مزدور خواتین کے لیے الگ قانون سازی کی ضرورت ہے۔

رضیہ کو کمر میں شدید درد رہتا ہے اور ثمینہ کو سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے۔ دونوں کو ڈاکٹروں نے آرام کا مشورہ دیا لیکن وہ جانتی ہیں کہ ایسا کوئی آپشن نہیں۔

آج چوتھے روز کا سورج غروب ہوتے ہی ٹھیکے کا کام بھی مکمل ہو گیا ہے۔ رضیہ کی کمر شدید درد کر رہی ہے مگر یہ سکون کا لمحہ ہے۔ وہ اپنی اجرت میں سے کچھ رقم نکال کر مٹھی میں دبا لیتی ہیں۔

وہ اپنے شوہر فریاد کے ساتھ گلی کے نکڑ والی دکان کی طرف جا رہی ہیں جہاں کریانے کے ساتھ چند دوائیں بھی مل جاتی ہیں، وہ اپنے لیے درد کی گولیاں خریدیں گی۔

دوائی اور فریاد کے سگریٹ سے کچھ پیسے بچ گئے تو شاید انہیں اپنا پسندیدہ جوس بھی میسر آ جائے۔

(بشکریہ لوک سجاگ)

(یہ مضمون انسانی حقوق کمیشن پاکستان نے کمیشن کیا)

(تاریخ اشاعت 23 اپریل 2025)

2024 کے دوران پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال

اہم نکات

قوانین اور قانون سازی

- چھبیسویں آئینی ترمیم کثرتِ رائے سے منظور کی گئی، جس میں شراکتی جمہوری عمل کی اہمیت کو نظر انداز کیا گیا۔ اس سے عدلیہ کی آزادی اور اعلیٰ عدلیہ کے معاملات میں انتظامیہ کی مداخلت پر سوالات اٹھے۔
- وفاقی پُرامن اجتماع اور امنِ عامہ ایکٹ 2024ء کے تحت اسلام آباد کی حدود میں مخصوص مقامات پر عوامی اجتماعات کو منظم کیا گیا اور پُرامن اجتماع کے آئینی حق پر پابندیاں عائد کی گئیں، جس سے اختلاف رائے اور عوامی مباحثے کو دبانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔
- پنجاب اسمبلی نے پنجاب ہتک عزت ایکٹ 2024ء منظور کیا، جس کا مقصد مبینہ طور پر 'جعلی خبروں' کے پھیلاؤ کو روکنا تھا، لیکن اس پر سول سوسائٹی نے شدید اعتراض کیا کیونکہ یہ قانون جائز تنقید کو بھی ہتکِ عزت کے زمرے میں لاسکتا ہے۔
- پارلیمنٹ نے انتخابات ایکٹ میں ایک متنازع ترمیم منظور کی، جس کے تحت آزاد امیدواروں کو مخصوص مدت کے بعد کسی سیاسی جماعت میں شامل ہونے سے روک دیا گیا۔

انصاف کی فراہمی

- ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کے رول آف لا انڈیکس میں پاکستان نے بنیادی حقوق کے زمرے میں 0.38 کا اسکور حاصل کیا، جو عالمی اوسط 0.56 سے کم ہے، اور پاکستان 142 ممالک میں سے 129 ویں نمبر پر رہا (2023ء میں 125 ویں نمبر پر تھا)۔
- سال کے اختتام پر سپریم کورٹ میں 57,000 سے زائد مقدمات زیر التوا تھے، اور تمام عدالتی سطحوں پر تقریباً 24 لاکھ مقدمات زیر التوا تھے۔ سپریم کورٹ کی ایک سہ ماہی رپورٹ کے مطابق، زیر التوا مقدمات میں 5.74 فیصد جبکہ ہائی کورٹس میں 2.22 فیصد اضافہ ہوا۔
- ستمبر میں لاہور ہائی کورٹ نے وفاقی حکومت کی 2022ء کی غیر سرکاری اور غیر منافع بخش مقامی تنظیموں کی غیر ملکی فنڈنگ سے متعلق پالیسی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔
- ستمبر میں پارلیمنٹ کے اندر سے حزبِ اختلاف کے اراکین کی گرفتاری، جو پی ٹی آئی ریلی کے بعد درج مقدمات کی بنیاد پر عمل میں آئی، جمہوری اصولوں کے منافی تھی۔

سزائے موت

- ایچ آر سی پی کے ذرائع کے مطابق، 2024ء میں کم از کم 174 افراد کو سزائے موت سنائی گئی، جو کہ 2023ء میں دی گئی 102 سزاؤں کے مقابلے میں نمایاں طور پر زیادہ ہے۔ تاہم کسی بھی مجرم کو پھانسی دیے جانے کی اطلاع نہیں ملی۔
- جسٹس پروجیکٹ پاکستان کے مطابق، 2024ء میں 6,161 قیدی سزائے موت کے منتظر تھے، جو کہ 2023ء میں 6,039 تھے۔ سب سے زیادہ قیدی پنجاب میں تھے، اس کے بعد خیبر پختونخوا کا نمبر آتا ہے۔
- خیبر پختونخوا میں سزائے موت کے ایک قیدی نے 30 سال قید میں گزارے، جبکہ مجموعی طور پر 1,767 قیدی کسی نہ کسی مدت کے لیے قید رہے۔
- پاکستان الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016ء کے تحت قائم نئی عدالتوں نے کم از کم دو افراد کو توہینِ مذہب کے الزام میں سزائے موت سنائی۔

امنِ عامہ

- سینٹر فار ریسرچ اینڈ سیکیورٹی اسٹڈیز کے مطابق، 2024ء میں تقریباً 1,166 دہشت گرد حملے اور انسدادِ دہشت گردی کی کارروائیاں ہوئیں، جن میں اندازاً 2,546 افراد مارے گئے، جن میں عام شہری، سیکیورٹی اہلکار اور مشتبہ افراد شامل تھے۔ یہ ہلاکتیں گزشتہ دس برسوں میں سالانہ بنیادوں پر ہونے والے سب سے زیادہ اضافے کو ظاہر کرتی ہیں، 2024ء میں 2023ء کے مقابلے میں 66 فیصد زیادہ اموات ہوئیں۔
- پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف پیس اسٹڈیز کے مطابق، خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں 95 فیصد دہشت گرد حملے، 97.5 فیصد ہلاکتیں اور 96 فیصد زخمی ہونے کے واقعات رپورٹ ہوئے، جو ان دو صوبوں پر عسکریت پسندی کے غیر متناسب اثرات کو ظاہر کرتا ہے۔
- کرم کے علاقے میں فرقہ وارانہ فسادات اور قبائلی دشمنیوں کی وجہ سے تقریباً 250 افراد ہلاک ہوئے۔ نومبر میں ایک قافلے پر حملے میں 52 افراد مارے گئے، جس کے نتیجے میں جوابی حملوں میں مزید 80 افراد جاں بحق ہوئے۔
- وفاقی تحقیقاتی ادارے (ایف آئی اے) کے مطابق، کم از کم 172 افراد انسانی ٹریفکنگ (جن میں سات بچے بھی شامل تھے) اور 539 افراد انسانی اسمگلنگ کا شکار ہوئے۔
- کراچی میں شہری جرائم کی شرح بلند رہی، جنوری سے ستمبر تک 47,584 جرائم رپورٹ ہوئے، جن میں کئی دہشت گردی سے متعلقہ واقعات بھی شامل تھے۔
- ایچ آر سی پی نے کم از کم 24 افراد کی ہلاکتیں ریکارڈ کیں، جو ہجوم کے تشدد کا شکار ہوئے۔ ان میں سے 20 اموات سندھ میں ہوئیں۔
- پریس رپورٹس کے مطابق، 2024ء میں پنجاب پولیس نے 1,008 پولیس مقابلے رپورٹ کیے، جبکہ سندھ پولیس نے 3,856 مقابلے کیے، جن میں 341 مشتبہ افراد مارے گئے۔

قید خانے اور قیدی

- صوبائی جیلوں کے محکموں کے اعداد و شمار کے مطابق، ملک کی جیلوں میں قیدیوں کے لیے مختص گنجائش 67,294 ہے، جبکہ 2024ء میں وہاں 153,412 قیدی موجود تھے۔ یہ تعداد اصل گنجائش سے تقریباً 228 فیصد زیادہ ہے۔ 2023ء میں یہ شرح 145 فیصد تھی۔
- وزارتِ خارجہ کے مطابق، 2024ء میں بیرونِ ملک 23,456 پاکستانی شہری جیلوں میں قید تھے، جن میں سے 74 فیصد متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب میں قید تھے۔
- تقریباً 706 پاکستانی شہری، جن میں 81 ماہی گیر بھی شامل ہیں، بھارتی جیلوں میں قید تھے۔

جبری گمشدگیاں

- جبری گمشدگیوں کی تحقیقات کے لیے قائم کمیشن کو 2024ء میں 379 نئے کیس موصول ہوئے، جن میں سب سے زیادہ تعداد خیبر پختونخوا سے تھی۔ مجموعی طور پر 43 لاپتہ افراد جیلوں سے اور 17 افراد حراستی مراکز سے برآمد ہوئے، جبکہ 199 افراد اپنے گھروں کو لوٹ آئے؛ 25 لاپتا افراد کی لاشیں برآمد ہوئیں۔ گزشتہ سالوں کی

طرح، ایچ آر سی پی کا ماننا ہے کہ یہ اعداد وشمار اصل تعداد سے بہت کم ہیں اور یہ کہ کمیشن ذمہ داروں کو انصاف کے کٹہرے میں لانے میں ناکام رہا ہے۔

- سول سوسائٹی، خصوصاً بلوچستان میں بلوچ یکجہتی کمیٹی اور سندھ میں دیگر حقوق کی تنظیمیں، جبری گمشدگیوں کے خلاف مسلسل احتجاج کرتی رہیں اور ریاستی جبر کا سامنا کرتی رہیں۔

جمہوری پیش رفت

- انتخابات سے ایک ماہ سے بھی کم وقت قبل، سپریم کورٹ نے پی ٹی آئی سے اس کا انتخابی نشان واپس لے لیا، اور الیکشن کمیشن کی جانب سے اندرونی انتخابات نہ کرانے پر دی گئی سرزنش کو برقرار رکھا۔ اس فیصلے کے نتیجے میں پی ٹی آئی کے امیدواروں کو آزاد حیثیت میں انتخابات میں حصہ لینا پڑا، جس سے پارٹی کی انتخابی مہم کو نقصان پہنچا۔
- اگرچہ انتخابات نسبتاً پرامن انداز میں منعقد ہوئے، تاہم شفافیت کے بحران نے ان کے منصفانہ ہونے پر سوالات اٹھائے۔ ریٹرننگ افسران کی جانب سے انتخابی نتائج کے اعلان میں تاخیر پر بھی شدید تشویش پائی گئی۔
- ایک مثبت پیش رفت یہ تھی کہ قومی اسمبلی کی عام نشستوں پر 12 خواتین منتخب ہوئیں، جو اب تک کی سب سے بڑی تعداد ہے۔
- فافن کے مطابق، 8 فروری کو ہونے والے پاکستان کے بارہویں عام انتخابات میں تقریباً 6 کروڑ 60 لاکھ ووٹروں نے حق رائے دہی استعمال کیا، جو 2018ء کے مقابلے میں تقریباً 58 لاکھ زیادہ ہیں۔
- ووٹروں کی تعداد میں اضافے کے باوجود ٹرن آؤٹ 2018ء کے 52.1 فیصد سے کم ہو کر 2024ء میں 47.6 فیصد رہ گیا، جس کی بنیادی وجہ رجسٹرڈ ووٹروں کی تعداد میں اضافہ تھا، جو 2018ء میں 10 کروڑ 60 لاکھ سے بڑھ کر 2024ء میں 12 کروڑ 86 لاکھ ہو گئی، اور ان دونوں انتخابات کے درمیان 2 کروڑ 26 لاکھ کا ریکارڈ اضافہ ہوا۔
- اسلام آباد ہائی کورٹ کے چھ ججوں نے سپریم جوڈیشل کونسل کے اراکین کو ایک خط لکھا، جس میں انٹیلی جنس ایجنسیوں کی جانب سے ججوں پر دباؤ ڈالنے اور انہیں دھمکانے کا الزام عائد کیا گیا۔
- گلگت بلتستان کا سیاسی مستقبل بدستور غیر یقینی رہا؛ علاقے کو صوبے کا درجہ دینے کا دیرینہ مطالبہ اب تک پورا نہیں ہوا۔

مقامی حکومتیں

- پنجاب میں مقامی حکومتیں انتخابات نہ ہونے کے باعث غیر فعال رہیں، جبکہ سندھ، خیبر پختونخوا اور بلوچستان (سوائے کوئٹہ کے) میں مقامی حکومتوں کو ترقیاتی فنڈز اور اختیارات کی کمی کا سامنا رہا۔

نقل وحرکت کی آزادی

- انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997ء کی شق چار کے تحت گلگت بلتستان اور خیبر پختونخوا میں سیاسی کارکنوں کی نقل و حرکت پر پابندیاں جاری رہیں۔ گلگت بلتستان میں کم از کم آٹھ کارکنان کو فہرست میں شامل اور تین کو خارج کیا گیا۔
- وفاقی تحقیقاتی ادارے نے بلوچ حقوق کی کارکن ماہرنگ بلوچ کا نام ایگزٹ کنٹرول لسٹ میں شامل کر دیا، جس کے باعث وہ ایوارڈ وصول کرنے کے لیے بیرون ملک سفر نہ کر سکیں۔ اس سے چند ہفتے قبل، بلوچ کارکن سمی دین کو بھی اسی بنیاد پر بیرونِ ملک جانے سے روک دیا گیا تھا۔

پُرامن اجتماع کی آزادی

- پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 144 کے تحت اسلام آباد کی حدود میں مہینوں تک 'غیر قانونی اجتماعات'، جنہیں قومی سلامتی کے لیے خطرہ قرار دیا گیا، پر پابندی عائد رہی۔
- نومبر میں وفاقی حکومت نے پی ٹی آئی کی زیرِ قیادت ہونے والے احتجاج کے جواب میں انٹرنیٹ بندش، بڑے پیمانے پر بلا جواز گرفتاریاں، دارالحکومت میں فوج کی تعیناتی اور مبینہ طور پر غیر قانونی طاقت کا استعمال کیا۔
- جولائی میں مستونگ کے قریب بلوچ یکجہتی کمیٹی کے قومی اجتماع پر غیر قانونی اور غیر متناسب طاقت کا استعمال کیا گیا، جس کے نتیجے میں کئی افراد زخمی اور کچھ ہلاک ہوئے۔
- چمن میں پرتشدد ریلیوں کے باعث قانون نافذ کرنے والے اداروں اور مظاہرین کے درمیان تصادم ہوا، جس میں کم از کم 20 افراد زخمی ہوئے۔
- آزاد جموں وکشمیر میں آٹے اور بجلی کی قیمتوں میں اضافے کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاج ہوئے، جو مئی میں ایک طویل مارچ کی صورت اختیار کر گئے۔ حکومت نے ان مظاہروں پر کریک ڈاؤن کیا، جس کے نتیجے میں ایک پولیس افسر سمیت متعدد افراد جاں بحق ہوئے۔
- ڈاکٹر شاہنواز کنبھر کے ماورائے عدالت قتل کے خلاف سول سوسائٹی کی جانب سے نکالے گئے پُرامن "رواداری مارچ" پر پولیس نے غیر متناسب طاقت کا استعمال کیا۔ کئی انسانی حقوق کے محافظوں کو گرفتار کیا گیا، جن میں ایچ آر سی پی سندھ کے وائس چیئر بھی شامل تھے۔

اظہارِ رائے کی آزادی

- انٹرنیٹ، موبائل کنیکٹیویٹی اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز بشمول X (سابقہ ٹوئٹر) کی بندش کے کم از کم 19 واقعات پیش آئے، جو لوگوں کے معلومات کے حق کے منافی ہے۔
- جنوری سے دسمبر کے درمیان، پاکستان پریس فاؤنڈیشن نے صحافیوں اور میڈیا سے وابستہ پیشہ ور افراد پر ان کے کام کے سلسلے میں اور آزادانہ اظہار رائے کو تعزیری اقدامات یا ضوابط کے ذریعے کنٹرول کرنے کی کوششوں کے کم از کم 162 واقعات ریکارڈ کیے۔
- کم از کم چھ صحافی — خلیل جبران اور ملک حسن زیب (خیبر پختونخوا)، محمد صدیق مینگل اور نثار لہری (بلوچستان)، نصراللہ گڈانی اور محمد بچل گھنیو (سندھ) — نامعلوم حملہ آوروں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔
- وفاقی حکام نے فروری میں صحافی اسد طور کو گرفتار کر لیا، ان پر اعلیٰ عدلیہ کے خلاف مبینہ 'شرانگیز' آن لائن مہم میں ملوث ہونے کا الزام عائد کیا گیا تھا۔
- صحافی مطیع اللہ جان اور صادق بشیر کو پی ٹی آئی کے احتجاج کی کوریج کے دوران نامعلوم افراد نے اغوا کر لیا؛ صادق بشیر کو بعد ازاں رہا کر دیا گیا جبکہ مطیع اللہ جان مبینہ جعلی الزامات کے تحت سرکاری تحویل میں تھے۔
- کوئٹہ پولیس نے مئی میں بلوچ یکجہتی کمیٹی کو کوئٹہ پریس کلب میں سیمینار منعقد کرنے سے زبردستی روک دیا۔

انجمن سازی کی آزادی

- وفاقی حکومت نے قومی امن وسلامتی کو لاحق خطرات کا حوالہ دیتے ہوئے پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) پر پابندی عائد کر دی۔ یہ اقدام اس وقت کیا گیا جب پی ٹی ایم چند دن بعد ایک قومی جرگہ منعقد کرنے والی تھی، جہاں آئینی حقوق سے متعلق 22 نکاتی مطالباتی چارٹر پیش کیا جانا تھا۔
- اگرچہ سندھ میں 2022ء میں قانون سازی کے ذریعے طلبہ یونینوں پر عائد پابندیاں ختم کر دی گئی تھیں، لیکن صوبے کی تمام جامعات میں دہائیوں پرانی یہ پابندیاں بدستور نافذ رہیں۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی ایک تشویشناک رپورٹ کے مطابق جولائی تک 1,200 سے زائد افراد توہینِ مذہب کے الزامات میں قید تھے۔ انہیں مبینہ طور پر انتہا پسند گروہوں نے دھوکے سے آن لائن مبینہ توہین آمیز مواد شیئر کروا کر مقدمات میں پھنسایا تھا۔ کمیشن نے وفاقی تحقیقاتی ادارے (ایف آئی اے) کی مبینہ ملی بھگت

کی نشاندہی کی اور اس معاملے کی اعلیٰ سطح کی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔

- احمدی برادری کو ملک بھر میں شدید مظالم کا سامنا رہا، جن میں ان کی عبادت گاہوں پر 35 حملے، 319 قبروں کی بے حرمتی، مذہبی جرائم کے الزام میں 43 افراد کی گرفتاری اور کم از کم 6 عقیدے کی بنیاد پر ہلاکتیں شامل تھیں۔
- ہجوم کے ہاتھوں تشدد کے واقعات جاری رہے: مدین، سوات میں ایک سیاح کو قرآن پاک جلانے کے الزام میں ہجوم نے مار ڈالا، جبکہ سرگودھا میں ایک مسیحی شخص کو اسی نوعیت کے الزام کے تحت ہجوم نے اس کے گھر کے باہر قتل کر دیا۔
- عمرکوٹ اور کوئٹہ میں توہین مذہب کے الزام میں گرفتار دو افراد کو پولیس کی تحویل میں قتل کر دیا گیا۔
- تاہم، لاہور کی ایک مارکیٹ میں پولیس کی بروقت کارروائی نے ایک نوجوان خاتون کو مشتعل ہجوم کے حملے سے بچا لیا۔ مذکور خاتون پر عربی رسم الخط پر مبنی لباس پہننے کی بنیاد پر توہین مذہب کا الزام لگایا جا رہا تھا۔

خواتین

- عالمی معاشی فورم کی گلوبل جینڈر گیپ رپورٹ 2024ء میں پاکستان کو 146 میں سے 145 ویں نمبر پر رکھا گیا، جو 2023ء میں 142 ویں نمبر سے مزید تنزلی کو ظاہر کرتی ہے۔
- نیشنل پولیس بیورو کے اعداد و شمار کے مطابق سال کے دوران کم از کم 405 خواتین کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا گیا۔ گھریلو تشدد کے واقعات میں کم از کم 1,641 قتل اور 3,385 مار پیٹ کے کیس رپورٹ ہوئے۔
- جنسی تشدد کے واقعات میں کمی نہ آئی؛ پولیس کے مطابق جنسی زیادتی کے 4,175، اجتماعی زیادتی کے 733، پولیس کی حراست میں جنسی زیادتی کے 24 اور محرموں کی جانب سے جنسی زیادتی کے 117 مقدمات درج کیے گئے۔
- ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن کو سائبر ہراسانی کے 3,121 کیس موصول ہوئے، جن میں سے زیادہ تر مقدمات پنجاب سے تعلق رکھنے والی خواتین کی طرف سے درج کرائے گئے تھے۔

مخنث افراد

- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، سال بھر میں کم از کم 13 مخنث افراد جنسی تشدد کا نشانہ بنے۔
- خیبر پختونخوا میں خاص طور پر کئی مخنث افراد کو تشدد کا سامنا کرنا پڑا، جن میں ایک کو اس کے خاندان نے 'غیرت' کے نام پر قتل کر دیا۔
- مخنث افراد (حقوق کا تحفظ) ایکٹ 2018ء کی تین اہم دفعات کو وفاقی شرعی عدالت کی جانب سے کالعدم قرار دیے جانے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر اپیلیں التوا کا شکار رہیں۔
- صنفی شناخت کی غلط رپورٹنگ ایک سنگین مسئلہ رہی: مخنث افراد نے مسلسل شکایت کی کہ ان سے ان کی جنس 'ثابت' کرنے کے لیے طبی اور نفسیاتی معائنے کرانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔
- ایک خوش آئند پیش رفت یہ تھی کہ ایک مخنث فرد کو اسلام آباد میں پاکستان کے پہلے ٹرانس جینڈر پروٹیکشن سینٹر کا ڈپٹی ڈائریکٹر مقرر کیا گیا، جبکہ پشاور ہائی کورٹ نے 2024ء کے انتخابات کے لیے مخنث افراد کے لیے علیحدہ پولنگ بوتھ قائم کرنے کا حکم دیا۔

بچے

- این جی او ساحل نے جنوری سے جون 2024ء کے دوران بچوں پر تشدد کے کم از کم 1,630 کیسز رپورٹ کیے، جن میں بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 862، اغوا کے 668 گمشدگی کے 82 اور کم عمری کی شادیوں کے 18 واقعات شامل تھے۔
- کئی کم عمر گھریلو ملازمین اپنے مالکان کے ہاتھوں شدید جسمانی تشدد کا شکار ہوتے رہے۔
- یو این ویمن کی اطلاعات کے مطابق، پاکستان میں تقریباً ایک کروڑ نوے لاکھ کم عمر شادی شدہ بچیاں موجود ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ نے پنجاب حکومت کو ہدایت کی کہ صوبائی قانون میں ترمیم کرتے ہوئے لڑکوں کے لیے 18 سال اور لڑکیوں کے لیے 16 سال کی عمر کی تفریق ختم کی جائے۔
- ماحولیاتی ماہرین نے بچوں پر مضر فضائی آلودگی کے سنگین اثرات پر تشویش کا اظہار کیا، اور بتایا کہ صرف پنجاب میں 5 سال سے کم عمر کے ایک کروڑ 10 لاکھ سے زائد بچے مضر صحت فضا میں سانس لے رہے ہیں۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

- پنجاب اور آزاد جموں و کشمیر میں معذوری کا شکار افراد کے خلاف تشدد کے واقعات رپورٹ ہوئے۔
- کراچی میں پولیس نے بلائنڈ ایکشن کمیٹی کے اراکین کو معذوری کا شکار افراد کے عالمی دن پر مظاہرہ کرنے اور پانچ فیصد ملازمت کوٹہ پر عملدرآمد کا مطالبہ کرنے سے روک دیا۔
- پنجاب حکومت نے معذوری کا شکار افراد کو درپیش سہولیات کی عدم موجودگی یا کمی پر جرمانے عائد کرنے کے لیے پنجاب امپاورمنٹ آف پرسنز ود ڈس ایبیلٹیز ایکٹ 2022ء کے تحت انسپکٹر مقرر کیے۔
- نادرا نے معذور افراد کے لیے اپنی خدمات تک رسائی، بشمول شناختی کارڈ کی گھر بیٹھے رجسٹریشن، کے لیے ہیلپ لائن قائم کرنے کا اعلان کیا۔

محنت کش

- بیشتر مزدوروں کے لیے پیشہ ورانہ تحفظ اور صحت کی سہولیات کی عدم موجودگی کے سبب سال بھر کے دوران کم از کم 124 کان کن اور 24 سینیٹیشن ورکر کام کے دوران حادثات میں جاں بحق ہوئے۔ بلوچستان میں کان کنوں کو شدت پسندوں کے حملوں کا بھی سامنا رہا۔
- اگرچہ وفاقی حکومت نے کم از کم اجرت 37,000 روپے مقرر کی، لیکن اس پر تاحال عملدرآمد نہیں ہو سکا۔
- کئی مزدور تنظیموں اور ٹریڈ یونینوں نے پنجاب اور سندھ میں صوبائی لیبر کوڈز کے تحت لیبر قوانین کے انضمام کو مسترد کر دیا، اور مزدور کی تعریف پر اعتراض کرتے ہوئے خدشہ ظاہر کیا کہ اس سے ٹھیکے پر کام کرنے والے مزدوروں کو مناسب تحفظ نہیں ملے گا۔
- سندھ میں مزدور یونینوں نے بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر 'کم از کم اجرت' کی بجائے 'کفافی اجرت' کا مطالبہ کیا۔ مزدوروں نے حکومت سے کم از کم 50,000 روپے ماہانہ اجرت مقرر کرنے کا مطالبہ کیا۔ ایچ آر سی پی پہلے ہی چھ افراد پر مشتمل خاندان کے لیے تقریباً 75,000 روپے ماہانہ کفافی اجرت کی سفارش کر چکی ہے۔

مہاجر اور اندرونِ ملک بے گھر افراد

- اکتوبر 2024ء تک پاکستان میں تقریباً 1.5 ملین افغان مہاجر اور پناہ کے متلاشی موجود تھے، جن میں سے تقریباً 24 فیصد بلوچستان میں مقیم تھے۔ جون میں رپورٹ ہونے والی افغان شہریوں کی گرفتاریوں اور نظربندیوں کا سب سے زیادہ تناسب (67 فیصد) بھی بلوچستان میں ریکارڈ کیا گیا۔
- حکومت پاکستان کی جانب سے ستمبر 2023 میں شروع کیے گئے غیر قانونی غیر ملکیوں کی وطن واپسی کے منصوبے کے تحت بڑی تعداد میں افغان شہری واپس بھیجے گئے، جس پر خدشات ظاہر کیے گئے کہ یہ واپسی بین الاقوامی رضامندی اور وقار کے معیارات پر پوری نہیں اترتی۔
- اگرچہ جائنٹ ایکشن کمیٹی فار ریفیوجیز نے پاکستان میں پناہ گزینوں کے حقوق کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں،

لیکن سندھ میں بعض انسانی حقوق کی تنظیموں نے مہاجرین کی موجودگی کو صوبائی وسائل پر بوجھ قرار دیتے ہوئے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

تعلیم

- وزیر اعظم نے ملک میں تعلیمی ایمرجنسی نافذ کرنے کا اعلان کیا اور وعدہ کیا کہ 26 ملین سے زائد اسکول نہ جانے والے بچوں کو تعلیمی اداروں میں داخل کرایا جائے گا اور ملک کی کم شرح خواندگی کو بہتر بنایا جائے گا۔
- اکتوبر میں اسموگ کو آفت قرار دیے جانے کے بعد پنجاب کے 18 اضلاع میں بچوں کو مضر اثرات سے بچانے کے لیے اسکول بند کر دیے گئے، جس سے بچوں کی تعلیم متاثر ہوئی۔
- اطلاعات کے مطابق، بلوچستان میں اساتذہ کی کمی کے باعث 3,600 سے زائد اسکول غیر فعال ہیں۔
- دیہی سندھ میں سرکاری اسکولوں کی حالت خراب رہی، جہاں کئی اسکول بند، غیر فعال یا 'گھوسٹ اساتذہ' کے رحم وکرم پر ہیں۔
- وزارت تعلیم کے مطابق تعلیم کے لیے جی ڈی پی کا تناسب 2023-24 میں 1.5 فیصد سے بڑھا کر 2024-25 میں 1.91 فیصد کر دیا گیا۔

صحت

- عالمی ادارہ صحت کے مطابق، 2023 کے مقابلے میں پاکستان میں پولیو کے کیسز میں 550 فیصد اضافہ ہوا؛ پولیو کے خاتمے کے پروگرام نے 72 کیسز رپورٹ کیے، جن میں بلوچستان سے 27، خیبر پختونخوا سے 22، سندھ سے 21 اور پنجاب اور اسلام آباد سے ایک ایک کیس رپورٹ ہوا۔
- ایچ آر سی پی کے مطابق کم از کم 24 پولیو ورکرز اور ان کے ساتھ سیکیورٹی پر مامور اہلکار اپنی ڈیوٹی کے دوران ہلاک ہوئے۔
- قومی ادارہ صحت کے مطابق، جنوری سے نومبر کے دوران پاکستان میں 20,057 ڈینگی کے کیسز رپورٹ ہوئے۔
- سندھ میں تھر کے علاقے سے بڑی تعداد میں خودکشیوں کی اطلاعات موصول ہوئیں، جہاں مختلف وجوہات کی بنا پر کم از کم 146 افراد، جن میں 76 خواتین شامل ہیں، نے اپنی جان لے لی۔
- وفاقی حکومت کی جانب سے فنڈز کی کمی اور صحت کارڈ اسکیم میں اصلاحات کی منصوبہ بندی کے باعث اسلام آباد میں صحت کارڈ کے تحت مفت علاج معطل رہا۔

رہائش اور عوامی سہولیات

- گلگت بلتستان میں بجلی کی طویل بندش (22 گھنٹے تک) رہی اور سڑکوں کی خراب حالت کے باعث ٹریفک حادثات میں اضافہ ہوا۔
- آزاد جموں وکشمیر میں بجلی کے نرخوں میں اضافے سمیت دیگر معاملات پر شدید عوامی احتجاج دیکھنے میں آیا۔
- سپریم کورٹ نے اسلام آباد میں ججوں، جرنیلوں، صحافیوں اور بیوروکریٹس کو پلاٹوں کی الاٹمنٹ منسوخ کرنے کا اسلام آباد ہائیکورٹ کا فیصلہ کالعدم قرار دے دیا۔
- خیبر پختونخوا میں پشاور، مردان اور سوات میں غیر قانونی تجاوزات کے خلاف آپریشن کیے گئے۔
- سپریم کورٹ نے سرکاری عمارتوں کے باہر سڑکوں اور فٹ پاتھوں پر موجود رکاوٹوں اور تجاوزات پر سخت تنقید کی۔

ماحولیات اور موسمیاتی بحران

- آئین میں 26ویں ترمیم کے تحت آرٹیکل 9۔اے کا اضافہ، جو صاف، صحت مند اور پائیدار ماحول کے بنیادی حق کا تحفظ کرتا ہے، ایک خوش آئند پیش رفت تھی۔
- سندھ میں ریکارڈ توڑ گرمی پڑی، کئی اضلاع میں درجہ حرارت 50 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ گیا۔ ایدھی مردہ خانوں کے مطابق، جون کے صرف دو ہفتوں میں 1,500 سے زائد لاشیں لائی گئیں۔
- یونیسیف کے مطابق مون سون کے دوران 357 افراد ہلاک ہوئے، جن میں سے 50 فیصد سے زائد بچے تھے؛ 1,43,101 افراد بے گھر ہوئے، جبکہ بنیادی ڈھانچے اور زرعی زمین کو شدید نقصان پہنچا۔
- گلگت بلتستان میں گلیشیائی جھیلوں کے پھٹنے اور پانی کی قلت جیسے موسمیاتی خطرات برقرار رہے۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدے

- اکتوبر میں، اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کمیٹی کے 142ویں اجلاس میں پاکستان کی جانب سے بین الاقوامی معاہدہ برائے شہری و سیاسی حقوق پر عملدرآمد کا جائزہ لیا گیا۔
- اگرچہ کمیٹی کے اراکین نے پاکستان کے وفد کے سامنے کئی اہم سوالات اٹھائے، مگر سرکاری جواب زیادہ تر ملکی قانونی ڈھانچے اور آئینی تحفظات پر مرکوز رہا، جبکہ جبری گمشدگیوں، مخنث افراد کے حقوق، توہین مذہب کے قوانین کے استعمال، عدلیہ کی آزادی اور اظہار رائے کی آزادی جیسے موضوعات پر عملی نفاذ سے متعلق معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

HRCP کارکن متوجہ ہوں

"جہد حق" کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتہ تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107 - ٹیپو بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:
www.hrcp-web.org

چولستان کانفرنس میں مقامی لوگوں کے حقِ اراضی کے تحفظ پر زور

خواجہ اسداللہ

12 اپریل بروز ہفتہ شام 5 بجے ضلع بہاولپور کے مشہور علاقہ چولستان کے نواحی علاقہ جھوک الفرید سرائیکستان چک نمبر 120 ۔ڈی این بی کٹھڑی بنگلہ میں پاکستان کمیونسٹ پارٹی اور چولستان رائٹس کونسل (CRC) کے اشتراک سے کسان کانفرنس منعقد کی گئی جس میں ایک درجن کے قریب سیاسی وقوم پرست جماعتوں کے رہنماؤں نے ملک بھر سے شرکت کی جبکہ 400 سے زائد مقامی چولستانی شریک ہوئے۔ تقریب کے میزبان جام بشیر احمد نے کہا کہ چولستان کی زمینیں چولستانیوں یا مقامی بے زمین مزارعین کو دینے کے بجائے ایک مخصوص ریاستی ادارے کے افسران اور کمپنیوں کو الاٹ کی جارہی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ لاکھوں ایکڑ زمین ملکی اور غیر ملکی سرمائیداروں، منافع خور کمپنیوں اور غیر متعلقہ اداروں کو کارپوریٹ فارمنگ کے نام پر دی جارہی ہے اور بنجر رقبہ کو سرسبز کرنے کیلئے نئی کینال چولستان بنائی جارہی ہے جبکہ مقامی چولستانی اور ان کے لاکھوں جانور گذشتہ 4 ماہ سے پانی کو ترس رہے ہیں اور ان کی نہریں خشک ہیں۔ چولستان رائٹس کونسل کے بانی جاوید نواز نے تمام شرکاء بالخصوص پاکستان بھر سے شریک قوم پرست جماعتوں کے رہنماؤں کا چولستان کانفرنس میں شرکت کرنے پر شکریہ ادا کیا۔

جاوید نواز نے کہا کہ چولستان کے 99 فیصد ٹوبے خشک ہو چکے ہیں، بارشیں نہ ہونے کے سبب خشک سالی اور قحط سالی کا خطرہ ہے مگر حکومت کی جانب سے اقدامات صفر ہیں۔ روہیلوں نے لاکھوں جانوروں کے ہمراہ آبادیوں کا رخ کرلیا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ چولستان کو الگ حیثیت دے کر ضلع بنایا جائے اور اسکی ایم این اے اور دو ایم پی اے کی نشستیں مخصوص کی جائیں بلکہ چولستان ترقیاتی ادارہ کو با اختیار بنایا جائے تا کہ ہمارے مسائل مقامی سطح پر حل ہوسکیں۔ چولستانی سکولوں میں مقامی عملہ تعینات کیا جائے اور بنیادی مراکز صحت کو ماڈل مراکز کا درجہ دیا جائے، خواتین اور بچوں کی بیماری کے لیے متعلقہ ڈاکٹر ز تعینات کیئے جائیں اور ان ہسپتالوں میں ایمبولینس سروس مہیا کی جائے۔ جاوید نواز نے بتایا کہ چولستان کی تین لاکھ سے زائد آبادی ہے مگر ہمارے چولستان میں کوئی بینک نہیں اور نہ ہی نادرا کا دفتر ہے۔ حکومت پنجاب سے مطالبہ ہے کہ چولستان کیلئے ایئر ایمبولینس کا اہتمام کرے، ہمارے کسانوں کو سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا ہے۔ لہٰذا حکومت کسانوں سے گندم خود خریدے اور اسکا ریٹ 4 ہزار روپے کرے۔ علاوہ ازیں ہمارے ہندو بھائیوں کو دخل کے حصول میں مشکلات کا سامنا ہے۔

محمد اسداللہ خواجہ سابقہ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی نے کسان کانفرنس کے منتظمین اور شرکاء کو بھر پور تعداد میں شرکت کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ بطور انسانی حقوق کے محافظ میری ذمہ داری ہے کہ اپنے علاقہ کے کمزور اور حقوق سے محروم طبقات کو منظم کروں اور انہیں آگاہی وشعور دوں تا کہ وہ نہ صرف اپنے حقوق جان سکیں بلکہ انہیں حاصل کرنے کیلئے متحد ہو کر نکلیں۔ انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ سب سے بڑی طاقت عوام ہیں اور عوام ہی ریاست ہیں اور عوام ہی حکومتوں کو بناتے ہیں اور حکومتیں اپنے شہریوں کی سہولیات کیلئے مختلف ادارے بناتی ہیں اور ان اداروں میں کام کرنے والے اہلکار شہریوں کے خادم ہیں اور اگر کوئی اہلکار شہریوں کے مفاد کے بجائے کسی دوسرے غیر حق دار افراد طبقے، گروہوں یا قبضہ مافیاء کے مفاد کو عزیز رکھے اور انہیں فائدہ پہنچائے تو شہریوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے حقوق کے دفاع کے لیے آواز بلند کریں۔ یہ حق ہمیں پاکستان کا آئین دیتا ہے۔ خواجہ اسداللہ نے کہا کہ آپ خود اندازہ لگائیں کہ 14 سال تک آپ کی درخواستیں پڑی رہیں۔ اس عرصہ میں کئی حکومتیں آئیں مگر کسی نے آپ کو حق نہ دیا، تاہم عدالت عالیہ کے حکم سے نگران حکومت پنجاب نے قرعہ اندازی کرائی اور 27 ہزار سے زائد بے زمین چولستانیوں کا قرعہ اندازی میں نام آیا مگر 16 ماہ ہو چکے ہیں ابھی تک 18 ہزار لوگوں کو دخل ملے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ قرعہ اندازی اور دخل ملنے میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ آپ کے منتخب نمائندے اور حکومتیں آپ کے ساتھ مخلص نہیں تھیں۔ انہوں نے چولستانیوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ستم ظریفی دیکھیں کہ آپ کو کاغذ کا ٹکڑا دخل نہیں مل رہا دوسری طرف حکومت نے غیر چولستانیوں اور غیر ملکی کمپنیوں کو 11 لاکھ ایکڑ زمین کارپوریٹ فارمنگ کے نام پر دی ہے اور کارپوریٹ فارمنگ کی زمینوں کی سیرابی کیلئے چولستان کینال بنائی جارہی ہے۔ دوسری طرف چولستانی نہریں 4 ماہ سے بند ہیں اور 20 لاکھ سے زائد جانوروں کو خشک سالی کی وجہ سے شدید خطرات لاحق ہیں۔ چولستانیوں کو نئی نہر کی ضرورت نہیں ان کیلئے تالاب بنائیں جائیں اور ان کے ٹوبہ جات کو پختہ کیا جائے تا کہ بارش کا پانی محفوظ ہو جائے انسانوں اور جانوروں کیلئے کام آئے۔ سرائیکستان قومی اتحاد کی نمائندگی کرتے ہوئے جام فیض اللہ نے کہا کہ وہ چولستانیوں کی تحریک سے مکمل اظہار یکجہتی کرتے ہیں۔ کارپوریٹ فارمنگ سے پہلے مقامی افراد کو شفاف طریقے سے زمین الاٹ کی جائے اور بند نہریں فوری طور پر کھولی جائیں۔

سرائیکی فاونڈیشن پاکستان کے چیئرمین جام اظہر مراد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ چولستان پر ظلم ہے۔ اقوام متحدہ کے مطابق جس دھرتی پر جو قومیں رہتی ہیں اُن پر پہلا حق اُنہی باشندوں کا ہوتا ہے۔ چولستانی گذشتہ 40 یا 50 سال سے الاٹ شدہ زمینوں کو آباد کر کے انہیں قابل کاشت بنا رہے ہیں مگر ان کے لیے پانی نہیں اور کارپوریٹ فارمنگ کے نام پر بنجر زمینیں ایک مافیا کو دے دی گئی ہیں اور اُن کے لیے نئی نہریں بھی بن رہی ہیں۔ یہ ظلم نا قابل برداشت ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندھ نے جب بھی پنجاب سے پانی کا مطالبہ کیا، صوبہ پنجاب کے حکمرانوں نے سرائیکی وسیب کے خطہ کے لوگوں کا پانی سندھ کو دے دیا۔

پاکستان سرائیکی پارٹی کے مرکزی صدر اللہ نواز وینس نے کہا کہ نئے صوبوں کے قیام کے بغیر محرومیوں کا ازالہ ممکن نہیں۔ وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ عوامی جمہوری پارٹی کے جنرل سیکرٹری سید لعل شاہ نے کہا کہ دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو اپنے دریا بیچ دے۔ بنیادی حقوق تو دور کی بات ہے ہمیں انسان بھی نہیں سمجھا جاتا۔ ہمارے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ حکومت عوام دشمن پالیسیاں بند کرے۔ عوامی تحریک کے سینئر نائب صدر نور احمد قاتیار نے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ قاتل منصوبہ ہے، دھرتی ہماری پہچان ہے۔ حقوق مانگنے پر ہمیں غداری کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ چولستانیوں! آپ دھرتی کے اصل وارث ہیں۔ آپ کو بے دخل کرکے باہر کے لوگوں کو لاکھوں ایکڑ زمین دینے کے منصوبہ کو روکنا ہوگا۔ پاکستان انقلابی پارٹی کے فہیم عامر نے کہا کہ حکمرانوں نے اپنی عیاشیوں کے لیے عوام کو گروی رکھ دیا ہے، کسانوں کے لیے روٹی پوری کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ نیشنل پارٹی کے رانا یاسر الطاف نے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ سے جانوروں کے لیے قیمتی چراگاہیں ختم ہو جائیں گی جبکہ ہمارے ملک کا طاقتور طبقہ دنیا بھر میں مہنگے جزیرے خرید رہا ہے۔

کیمونسٹ پارٹی آف پاکستان کے سیکرٹری جنرل امداد قاضی نے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ کے نام پر آباد زمینوں کا پانی چھین کر بنجر زمینوں کو دینے کا منصوبہ ملک کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ میں کارپوریٹ فارمنگ کا آغاز کیا گیا تھا جن کی وجہ سے زمینیں اور زرعی شعبہ تباہ ہو گیا۔ لہٰذا چولستان میں تجربہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ دریا قدرت کی دین ہوتے ہیں، ہمارے دریاؤں کا پانی بیچ کر غداری کی گئی، نظام تبدیل کیے بغیر اگر سرائیکی صوبہ بن بھی جائے تو اس کا حشر وہی ہوگا جو بلوچستان کا ہے۔

سندھ ہاری کمیٹی کے مرکزی صدر پروفیسر میر منور تالپور نے کہا کہ پورے ملک میں پانی کی شدید قلت سے زمین بنجر ہو رہی ہے۔ ہماری کسی طبقے سے نہیں بلکہ پاکستان کو کمزور کرنے والوں سے لڑائی ہے۔ حکمرانوں کی ناقص پالیسیوں کی وجہ سے زراعت گھاٹے کا سودا بن چکا ہے۔ کسانوں کے اخراجات پورے نہیں ہوتے اور وہ خودکشیوں پر مجبور ہیں۔ بلوچستان بزگر پارٹی کے مرکزی صدر فریاد رند نے کہا کہ ہم اسٹیبلشمنٹ کے لوگوں کو اپنی دھرتی نہیں دیں گے کیونکہ دھرتی کو چھوڑ کر جانے والوں کو کہیں جگہ نہیں ملتی۔ انہوں نے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ کے ذریعے وڈیرہ شاہی اور جاگیردارانہ نظام مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور چولستان میں کارپوریٹ فارمنگ کی وجہ سے اسکی تاریخی ثقافت ختم ہو جائے گی۔

چولستان کانفرنس میں ایک ننھی سی بچی انیسہ حیدر نے خطاب کیا اور حکومت سے الگ صوبہ کا مطالبہ کیا۔

مقامی شاعر خورشید قمر لاشاری نے اپنی انقلابی نظموں کے ذریعے چولستانیوں کے مسائل پر اشعار کہے جبکہ پروگرام کے آخر میں محفل موسیقی کا اہتمام کیا گیا اور مقامی فنکار چن وریام اور اقبال مٹھو نے لوک گیت گائے اور شرکاء نے جھمر ڈالی۔

مارگلہ ہلز نیشنل پارک میں غیر قانونی تعمیرات اور ماحولیاتی انحطاط

ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ۔ اپریل 2025

تعارف

مارگلہ ہلز نیشنل پارک (ایم ایچ این پی)، جو 1979 میں اسلام آباد وائلڈ لائف آرڈیننس کے تحت قائم کیا گیا تھا، اسلام آباد کیپٹل ٹیریٹری (آئی سی ٹی) کا ایک محفوظ علاقہ ہے جو تقریباً 17,386 ہیکٹر (42,960 ایکڑ) پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ پارک مارگلہ کی پہاڑیوں، شکر پڑیاں، بنی گالہ کی پہاڑیوں اور راول جھیل کو گھیرے ہوئے ہے، اور چھتر سے سنگجانی تک پھیلا ہوا ہے۔ اسے اسلام آباد کے قدرتی ماحولیاتی نظام اور جنگلی حیات کے تحفظ کے لیے محفوظ علاقے کے طور پر نامزد کیا گیا تھا جبکہ شہر کے رہائشیوں کے لیے تفریحی جگہ کے طور پر بھی کام کر رہا تھا۔ تاہم، ریستورانوں، ریزورٹس، دفتری عمارتوں، ہوٹلوں اور ہاؤسنگ سکیموں کی غیر قانونی تجارتی تعمیرات نے علاقے کی حیاتیاتی تنوع اور تحفظ کی کوششوں کو نمایاں طور پر متاثر کیا ہے۔ یہ پارک متنوع نباتات اور حیوانات کا گھر ہے، بشمول ہمالیائی گورل، بھونکنے والے ہرن، اور پرندوں کی مختلف اقسام، اور اس وقت تیزی سے جنگلات کی کٹائی اور چرند و پرند کی رہائش گاہ کی تباہی سے دوچار ہے، جس سے شہر کے ماحولیاتی توازن کو خطرہ لاحق ہے۔

1979 کے آرڈیننس کے سیکشن 4 کے تحت، اسلام آباد وائلڈ لائف مینجمنٹ بورڈ (آئی ڈبلیو ایم بی) بنایا گیا تھا لیکن 2015 میں اس کی تشکیل نو ہونے اور نوٹیفکیشن تک یہ غیر فعال رہا۔ بورڈ کا مقصد ایم ایچ این پی اور آئی سی ٹی میں جنگلی حیات کی حفاظت اور تحفظ، جنگلات کی حفاظت اور غیر قانونی تعمیرات کو ختم کرنا ہے۔ ابتدائی طور پر، کیپٹل ڈیولپمنٹ اتھارٹی (سی ڈی اے) کا ماحولیاتی ڈویژن ایم ایچ این پی کا انتظام کرتا تھا، لیکن 2015 میں مکمل طور پر فعال ہونے کے بعد آئی ڈبلیو ایم بی کو خصوصی اختیار دیا گیا۔

آئی ڈبلیو ایم بی کو مزید بااختیار بنانے، سی ڈی اے سے اس کی آزادی کو برقرار رکھنے اور ایم ایچ این پی کی حفاظت کے لیے، پارلیمنٹ نے اسلام آباد نیچر کنزرویشن اینڈ وائلڈ لائف مینجمنٹ ایکٹ 2023-24 منظور کیا۔ اگرچہ نئے تشکیل شدہ قانون کا مقصد بورڈ کو مضبوط بنانا تھا، اس میں ایک ایسی شق شامل تھی جس میں وفاقی حکومت کو پانچ ایکس آفیشو (exe.officio) ممبران اور چار نان ایکس آفیشو ممبران (non.exo.fficio) کی تقرری کی ضرورت تھی۔

نتیجتاً، فروری 2025 میں، وفاقی حکومت نے بورڈ کو ختم کر دیا اور اسے بیوروکریٹس پر مشتمل از سرِ نو تشکیل دیا، جس کے باعث اس کی چیئرپرسن رینا سعید خان سمیت سابقہ ممبران کو تبدیل کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اقدام پیر سوہاوہ میں مونال اور لا مونٹانا ریستورانوں کو مسمار کرنے اور بند کرنے میں آئی ڈبلیو ایم بی کے سابق چیئرپرسن کے کردار سے منسلک ہے، جیسا کہ ستمبر 2024 میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کے ذریعے لازمی قرار دیا گیا تھا، جس نے ایم ایچ این پی کے اندر چلنے والے ان غیر قانونی کھانے پینے کی دکانوں کو بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ آئی ڈبلیو ایم بی کی کوششوں سے دو ریستورانوں کے انہدام کے باوجود ایم ایچ این پی کے اندر 180 سے زیادہ غیر قانونی ڈھانچے اب بھی دکھائی دیتے ہیں۔

11 مارچ 2025 کو — حکومت کی جانب سے 7 فروری کو بورڈ کو ختم کرنے کے ایک ماہ بعد — پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اسلام آباد میں فیکٹ فائنڈنگ مشن کا انعقاد کیا۔ اس مشن میں زوفین ٹی ابراہیم (ماحولیاتی صحافی)، فہد ملک (ماحولیات کے وکیل)، ناصر زیدی (ایچ آر سی پی کونسل کے رکن) کے علاوہ خوشحال خان، محمد آصف اور سویرا نذیر (اسٹاف ممبران) شامل تھے۔

11 اور 14 مارچ کے درمیان، ٹیم نے آئی ڈبلیو ایم بی کے موجودہ اور سابق چیئرپرسنز، آئی ڈبلیو ایم بی کے سابق ممبران، سی ڈی اے کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل تحفظ ماحولیات ڈویژن، اٹارنی جنرل آف پاکستان، سول سوسائٹی کے کارکنوں، اور پیر سوہاوہ کے قریب دیہات میں رہنے والے متاثرہ رہائشیوں (جن میں سے کچھ مونال اور لا مونٹانا کے سابق ملازمین بھی تھے) سے ملاقات کی۔ مزید برآں، انہوں نے ماحولیاتی تحفظ کی تنظیموں کے سربراہوں سے بھی ملاقات کی۔

ماحصل

معاملے کی مکمل فیکٹ فائنڈنگ کے بعد مشن درج ذیل نتیجے پر پہنچا

ایم ایچ این پی میں غیر قانونی تعمیرات اور رہائش گاہوں کی تباہی الگ الگ واقعات نہیں ہیں بلکہ یہ پاکستان کے وسیع تر ماحولیاتی بحران کا حصہ ہیں۔ جیسا کہ اس رپورٹ نے انکشاف کیا ہے، بے لگام شہری تجاوزات کی وجہ سے جنگلات کی کٹائی، جنگلی حیات کی رہائش گاہیں تباہ اور قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ آئی ڈبلیو ایم بی اور سی ڈی اے کے درمیان اختیارات کے معاملے میں طویل کشمکش نظم و نسق کے مسائل کی نشاندہی کرتی ہے جو زمین کے استعمال، حیاتیاتی تنوع کے تحفظ، کے معاملے ، اور موسمیاتی تبدیلی کے خلاف کمزور ملکی دفاع کی عکاسی کرتی ہے۔ پارک کی حدود کی واضح نشاندہی، تحفظ کے خود مختار اداروں کی خود مختاری، مقامی کمیونٹیز کی بطور نگران شمولیت، اور ماحولیاتی جائزوں کے موثر نفاذ کے لیے فوری و مربوط اصلاحات کی ضرورت ہے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو مارگلہ پہاڑیوں کی تنزلی پاکستان کی ماحولیاتی ایمرجنسی کی عکاسی کرتی رہے گی اور اسے مزید بڑھاتی رہے گی۔

سفارشات

مشن نے درج ذیل شفارشات پیش کی ہیں:

ایم ایچ این پی کی حد بندی پر نظر ثانی۔ ایک ضروری قدم ایم ایچ این پی کی فوری طور پر نظر ثانی شدہ حد بندی ہے، کیونکہ

پارک میں بہت سے ایسے علاقے شامل ہیں جو اب شہری آبادی ہیں، جیسے بنی گالہ اور سید پور گاؤں۔ ایم ایچ این پی کی حدود کی نئی تشکیل اس حوالے سے عوام کے شعور میں اضافہ کرے گی کہ کون سے علاقے حدود سے باہر ہیں اور جنگلی حیات کی رہائش گاہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔ حد بندی کو ایم ایچ این پی کے اندر انسانی آبادی کی توسیع کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ مستقبل میں دیگر تجارتی منصوبے بند ہونے کی صورت میں مقامی لوگوں کے لیے ذریعہ معاش کو یقینی بنایا جا سکے۔ آئی ڈبلیو ایم بی کو ماحولیاتی نقصان سے بچاؤ کے لیے کسی بھی طرح کے انہدام سے گریز کرنا چاہیے اور اپنی قانونی حدود کے اندر رہنا چاہیے۔

ایم ایچ این پی میں غیر قانونی تعمیرات اور رہائش گاہوں کی تباہی الگ الگ واقعات نہیں ہیں بلکہ یہ پاکستان کے وسیع تر ماحولیاتی بحران کا حصہ ہیں۔ جیسا کہ اس رپورٹ نے انکشاف کیا ہے، بے لگام شہری تجاوزات کی وجہ سے جنگلات کی کٹائی، جنگلی حیات کی رہائش گاہیں تباہ اور قواعد وضوابط کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ آئی ڈبلیو ایم بی اور سی ڈی اے کے درمیان اختیارات کے معاملے میں طویل کشمکش نظم ونسق کے مسائل کی نشاندہی کرتی ہے جو زمین کے استعمال، حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کے معاملے ، اور موسمیاتی تبدیلی کے خلاف کمزور ملکی دفاع کی عکاسی کرتی ہے۔

1۔ **سول سوسائٹی کی وسیع تر مشاورت۔** حکومت مزید من مانے فیصلے نہ کرے۔ اس کے بجائے، اسے حد بندی اور دیگر اہم فیصلوں کے لیے زیادہ جامع حکمت عملی وضع کرنے کے لیے سول سوسائٹی اور متعلقہ شعبے کے

مشن آئی ڈبلیو ایم بی کے موجودہ چیئر پرسن اور وزارت برائے موسمیاتی تبدیلی کے ایڈیشنل سیکرٹری انچارج سے ملاقات کر رہا ہے

ماہرین کے ساتھ وسیع تر مشاورت کرنی چاہیے۔

پیپا (پی ای پی اے) کی شمولیت۔ وفاقی حکومت کو چاہیے کہ مستقبل میں کسی بھی تجارتی ڈھانچے کی تعمیر سے قبل انتہائی ضروری ای آئی ایز اور آئی ای ایز کے انعقاد کے لیے پیپا کی شمولیت کو یقینی بنائے جس سے بہتر ماحولیاتی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

قانونی اور پالیسی اصلاحات۔ ایم ایچ این پی کی حد بندی کو متاثر کرنے والے مختلف قوانین اور منصوبوں کے ساتھ ساتھ مختلف ادارہ جاتی اختیارات کو اس طرح سے ہم آہنگ بنایا جانا چاہیے کہ ہر ادارے کا اختیار اس ادارے کے لیے واضح اور مخصوص ہو۔

سی ڈی اے، آئی ڈبلیو ایم بی، وزارت موسمیاتی تبدیلی کے درمیان مکالمہ اور بہتر ہم آہنگی اور آئی ڈبلیو ایم بی میں شفافیت۔ کئی فریقین نے 'ذاتی انا' کو ایک طرف رکھ کر جاری محاذ آرائی کا منطقی تجزیہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا، کیونکہ سی ڈی اے وسائل سے بھرپور ادارہ ہے اور آئی ڈبلیو ایم بی اس کی حمایت کے بغیر کام نہیں کر سکتا۔ آئی ڈبلیو ایم بی کے شفاف ہونے کے لیے، یہ تجویز ہے کہ کورم کو برقرار رکھنے کے لیے کم از کم دو نان آفیشیو ممبران کا تقرر کیا جائے۔ بورڈ کو سی ڈی اے کی مدد اور تعاون سے نئے حد بندی شدہ پارک کی نگرانی اور انتظام کرنے والی ایک بنیادی ٹیم کے طور پر کام کرنا چاہیے۔

ایم ایچ این پی کا تحفظ۔ یہ مشن حیاتیاتی تنوع سے بھرپور پارک کے طور پر ایم ایچ این پی کی حفاظت کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ پارک کے اندر موجود کمیونٹیز کو بھی تحفظ فراہم کرنے کی ضرورت ہے اور انہیں مخالف سمجھنے کی بجائے پارک کا محافظ بنایا جانا چاہیے۔

آئی سی ٹی میں مقامی حکومت۔ متعلقہ فریقین نے آئی ڈبلیو ایم بی اور سی ڈی اے کے درمیان ادارہ جاتی تصادم کو ختم کرنے کے ممکنہ حل کے طور پر آئی سی ٹی میں ایک موثر مقامی حکومت کے کردار پر زور دیا ہے۔ مزید یہ کہ سی ڈی اے کے قانونی اختیارات کو کم کرنے کے لیے ایک منتخب ادارہ ضروری ہے تاکہ بورڈ دباؤ کے بغیر کام کر سکے۔

ہیومن رائیٹس کمیشن آف پاکستان اور کے یو جے کا مشترکہ طور پر پیکا قانون کو فوری واپس لینے کا مطالبہ

کراچی (اُردو پوائنٹ - این این آئی۔ 03 مئی 2025ء) ہیومن رائیٹس کمیشن آف پاکستان اور کراچی یونین آف جرنلسٹس کے زیر اہتمام کراچی پریس کلب میں آزادی صحافت کے عنوان پر سیمینار کا انعقاد ہوا جس میں ڈیجیٹل میڈیا کو درپیش نئے چیلینجز سے متعلق مقررین نے خطاب کیا۔

سیمینار سے ایچ آر سی پی کے چیئر پرسن اسد اقبال بٹ، سینئر صحافی حسین نقی، کے یو جے کے صدر طاہر حسن خان، سینئر صحافی مظہر عباس، جاوید چوہدری، مہناز الرحمٰن، لیاقت کشمیری، ناصر منصور، پروفیسر توصیف، ڈاکٹر ریاض شیخ، سہیل سانگی، شکیل کانگا اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں اس وقت صحافت پابند سلاسل ہے۔ خصوصی طور پر الیکٹرانک میڈیا میں سچی خبریں ڈھونڈ کر بھی نہیں ملتیں۔ پاکستان کی صحافت 1947 کے بعد آج بھی آزادی کی تلاش میں ہے۔ جمہوریت کے دور میں جتنی پابندیاں صحافت پر لگائی گئیں اس سے آمریت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ مقررین نے پیکا قانون سمیت تمام کالے قوانین کی شدید مذمت کی اور کہا کہ آزادی اظہار رائے اور آزاد میڈیا پر کسی قسم کی قدغن قبول نہیں۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ وہ آزادی اظہار رائے کی پاداش میں شہید ہونے والے میڈیا ورکرز کو سلام پیش کرتے ہیں۔ یوم صحافت کے دن پر عہد کرتے ہیں کہ آزاد پریس ہماری ریڈ لائن ہے جس پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔ مزید برآں، آزادی اظہار رائے اور بنیادی انسانی حقوق کے لئے جدوجہد جاری رہے گی۔

خواتین کے حامی قوانین کی اہمیت اور ان کا نفاذ: خواتین کے عالمی دن کی یاد میں

اسرارالدین اسرار

جیسے کہ دنیا 8 مارچ کو خواتین کا عالمی دن مناتی ہے، تو اس موقع پر ہمیں صنفی مساوات کی جانب پیش رفت اور دیگر مشکلات پر غور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان، بالخصوص گلگت بلتستان کے خطے میں خواتین کے حقوق اور صنفی مساوات کے لیے جدوجہد جاری ہے۔ متعدد خواتین دوست قوانین اور پالیسیوں کے باوجود، غیر مؤثر نفاذ ایک اہم مسئلہ ہے۔ عالمی معاشی فورم کے صنفی تفاوت اشاریے 2023 میں پاکستان 146 ممالک میں سے 145 ویں نمبر پر ہے، جو کہ بدستور نظام میں موجود عدم مساوات کی ایک واضح یاددہانی ہے۔

اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام نے خبردار کیا ہے کہ اگر صنفی مساوات حاصل نہ کی گئی تو پاکستان اگلی صدی تک ترقی نہیں کر سکتا۔ اس پائیدار ترقی اور سماجی انصاف کو یقینی بنانے کے لیے خواتین کے حامی قوانین اور پالیسیوں کے نفاذ کو ترجیح دینے کی فوری ضرورت کی نشاندہی ہوتی ہے۔ پائیدار ترقی کے اہداف، جو اقوام متحدہ نے 2015 میں اپنائے تھے، پائیدار ترقی کی بنیاد کے طور پر صنفی مساوات پر زور دیتے ہیں۔ ہدف 5 خاص طور پر صنفی مساوات کے حصول اور تمام خواتین اور لڑکیوں کو بااختیار بنانے پر زور دیتا ہے۔ تاہم، صنفی تفاوت اشاریے میں پاکستان کی غیر معمولی درجہ بندی ان عالمی معیارات کو پورا کرنے میں ملک کی ناکامی کو نمایاں کرتی ہے۔ تعلیم، صحت، اقتصادی شراکت داری، اور سیاسی بااختیار بنانے میں صنفی فرق ایس ڈی جیز کی طرف پاکستان کی پیشرفت میں مسلسل رکاوٹ ہے۔ ان تفاوتوں کو دور کیے بغیر، خدشہ ہے ملک اپنے ترقیاتی ایجنڈے میں مزید پیچھے چلا جائے گا۔

پاکستان کا آئین خواتین کے حقوق کے تحفظ اور صنفی مساوات کے لیے ایک مضبوط ڈھانچہ فراہم کرتا ہے۔ متعدد دفعات واضح طور پر امتیازی سلوک، لازمی تعلیم، زندگی اور آزادی، مکمل شرکت، خاندان، ماں اور بچے کا تحفظ، ملازمت، عزت، اور تشدد کی ممانعت جیسے مسائل کا واضح احاطہ کرتی ہیں۔ یہ آئینی ضمانتیں پاکستان میں خواتین کے حامی قوانین اور پالیسیوں کی بنیاد ہیں۔

آرٹیکل 3 ریاست پر زور دیتا ہے کہ وہ صنفی بنیاد پر استحصال سمیت ہر قسم کے استحصال کو ختم کرے اور خواتین کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔ آرٹیکل 4 خواتین سمیت تمام شہریوں کے لیے زندگی اور آزادی کے حق کی ضمانت دیتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ قانون کے مطابق کسی بھی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ آرٹیکل 9 افراد کی حفاظت کو یقینی بناتا ہے، خواتین کے خلاف کسی بھی قسم کے تشدد یا اذیت رسانی کی ممانعت کرتا ہے۔ آرٹیکل 14 افراد کے وقار کا تحفظ کرتا ہے، اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ کسی بھی فرد کو تشدد یا توہین آمیز سلوک کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا، جو کہ صنفی بنیاد پر تشدد کا سامنا کرنے والی خواتین کے لیے خاص طور پر اہم ہے۔

آرٹیکل 25 قانون کے سامنے برابری اور مساوی تحفظ کی ضمانت دیتا ہے، واضح طور پر صرف جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک کی ممانعت کرتا ہے اور ریاست کو خواتین اور بچوں کے تحفظ کے لیے خصوصی انتظامات کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ آرٹیکل 25 (الف) ریاست کو 5 سے 16 سال کی عمر کے تمام بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کا حکم دیتا ہے، لڑکیوں کی تعلیم تک مساوی رسائی کو یقینی بناتا ہے۔ آرٹیکل 34 ریاست کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ سماجی، اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں سمیت قومی زندگی کے تمام شعبوں میں خواتین کی مکمل شرکت کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرے۔

آرٹیکل 35 ریاست کی ذمہ داری پر زور دیتا ہے کہ وہ خاندان، ماں اور بچے کی حفاظت کرے، ان کی فلاح و بہبود اور حقوق کو یقینی بنائے۔ آرٹیکل 37 (ہ) ریاست کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ کام کے منصفانہ اور انسانی حالات کو یقینی بنائے، بچوں اور خواتین کے نامناسب کاموں میں ملازمت پر پابندی لگائے، اور ملازمت میں خواتین کے لیے زچگی کے فوائد فراہم کرے۔ آرٹیکل 51 اور 106 قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین کے لیے نشستیں مخصوص کرنے کی ہدایت کرتے ہیں، تاکہ فیصلہ سازی کے عمل میں ان کی نمائندگی یقینی بن سکے۔

آئینی تحفظات کے علاوہ، مجموعہ تعزیرات پاکستان اور مجموعہ ضابطہ فوجداری خواتین کے لیے مخصوص قانونی تحفظات فراہم کرتے ہیں۔ یہ قوانین ایذا رسانی، حملہ، وراثت کے حقوق، بچوں کی شادی، جبری شادی، اور غیرت کے نام پر قتل جیسے مسائل کو حل کرتے ہیں۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کا سیکشن 509 ایسے الفاظ، اشاروں یا حرکات کو جرم قرار دیتا ہے جن کا مقصد کسی عورت کی عزت کی توہین کرنا ہے۔ دفعہ 354 کسی عورت کی شائستگی کو مجروح کرنے کے ارادے سے اس پر حملے یا مجرمانہ طاقت کے استعمال کا احاطہ کرتی ہے۔ دفعہ 498 الف دھوکہ دہی یا غیر قانونی طریقوں سے عورت کو اس کے وراثتی حقوق سے محروم کرنے کو جرم قرار دیتی ہے۔

چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 1929 سولہ سال سے کم عمر لڑکیوں کی شادی پر پابندی لگاتا ہے اور والدین اور نکاح رجسٹرار پر جرمانے عائد کرتا ہے۔ دفعہ 498 ب جبری شادی کو جرم قرار دیتا ہے، جس میں 7 سال تک قید اور جرمانے کی سزا ہے۔

غیرت کے نام پر قتل کے انسداد کے قوانین غیرت کے نام پر قتل کے لیے عمر قید یا موت سمیت سخت سزائیں دیتے ہیں، چاہے مقتول کا خاندان مجرم کو معاف کر دے۔ دفعہ 376 عصمت دری کا احاطہ کرتی ہے۔ اس جرم کی سزا موت یا 25 سال تک قید ہے۔ انسداد عصمت دری کے قوانین عصمت دری کی سزا میں اضافہ کرتے ہیں اور عصمت دری کے مقدمات میں ڈی این اے کے استعمال کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ دفعہ 337 تشدد کو جرم قرار دیتا ہے، جو خواتین کو جسمانی اور نفسیاتی استحصال سے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔

گلگت بلتستان نے خواتین کے حقوق کے تحفظ، صنفی بنیاد پر تشدد سے نمٹنے اور صنفی مساوات کو فروغ دینے کے لیے خواتین کے حامی قوانین کے نفاذ میں نمایاں پیش رفت کی ہے۔ یہ قوانین انسانی حقوق کے بین الاقوامی نظام کے ساتھ منسلک ہیں جیسے کہ انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ، شہری اور سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ، اور خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیازی سلوک کے خاتمے سے متعلق کنونشن۔

کام کی جگہ پر خواتین کو ہراساں کرنے کے خلاف گلگت بلتستان ایکٹ 2013 خواتین کو کام کی جگہ پر ہراساں کیے جانے سے بچاتا ہے اور کام کے محفوظ ماحول کو یقینی بناتا ہے۔ گلگت بلتستان میں بچوں کے خلاف جسمانی سزا کی ممانعت ایکٹ 2015 بچوں بالخصوص لڑکیوں کو سکولوں، گھروں اور دیگر اداروں میں جسمانی زیادتی سے محفوظ رکھتا ہے۔ گلگت بلتستان پرسنز ود ڈس ایبلٹی ایکٹ 2019 معذوری کی شکار خواتین کے حقوق اور عوامی امور میں ان شمولیت کو یقینی بناتا ہے۔ گلگت بلتستان پروہبیشن آف ایمپلائمنٹ آف چلڈرن ایکٹ 2019 اور گلگت بلتستان پریونشن آف چائلڈ لیبر ایکٹ 2019 چائلڈ لیبر پر پابندی لگاتے ہیں، اور بچوں کے حق تعلیم اور محفوظ بچپن کو یقینی بناتے ہیں۔ گلگت بلتستان لازمی تعلیم ایکٹ 2020 تمام بچوں بالخصوص لڑکیوں کے لیے مفت اور لازمی تعلیم کو لازمی قرار دیتا ہے۔ گلگت بلتستان زینب الرٹ بل بچوں کے اغوا اور لڑکیوں کے خلاف تشدد سے متعلق ہے۔ گلگت بلتستان جبری مشقت سسٹم ابالیشن ایکٹ 2020 گروی و جبری مشقت کو ختم کرتا ہے۔ گلگت بلتستان سینئر سٹیزن ویلفیئر ایکٹ 2022 بزرگ خواتین کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ گلگت بلتستان کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن بل 2023 کا مقصد صنفی مساوات اور خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے ایک کمیشن قائم کرنا ہے۔ گلگت بلتستان انوائرمنٹل پروٹیکشن ایکٹ 2015 صاف پانی، ہوا اور قدرتی وسائل تک رسائی کو یقینی بناتا ہے، جو کہ خواتین کی صحت کے لیے فائدہ مند ہے۔ گلگت بلتستان میڈیکل اینڈ ہیلتھ انسٹی ٹیوشنز ایکٹ 2016 خواتین اور بچوں کے لیے صحت کی معیاری خدمات کو یقینی بناتا ہے۔ گلگت بلتستان ڈیزاسٹر مینجمنٹ ایکٹ 2017 آفات کے دوران خواتین اور بچوں کی مخصوص ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ گلگت بلتستان لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2014 مقامی گورننس میں خواتین کی شرکت کو فروغ دیتا ہے۔ ان قوانین اور پالیسیوں کی موجودگی کے باوجود، ان کا نفاذ ایک اہم چیلنج ہے۔ اہم رکاوٹوں میں قواعد و ضوابط کی کمی، ادارہ جاتی ترقی کے مسائل، حکومت کی غفلت، اور زیر التواء قانون سازی جیسے تولیدی صحت کے حقوق کا بل، چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ، گھریلو تشدد کی ممانعت کا بل، اور خواتین کے تحفظ کا بل شامل ہیں۔ اداروں کے استحکام، صلاحیت کی تعمیر، آگاہی مہم، وسائل کی تقسیم، کمیونٹی کی شمولیت، اعداد و شمار کا حصول، اور سول سوسائٹی کے ساتھ اشتراک قوانین و پالیسیوں پر عمل درآمد کے خلا کو پر کرنے کے لیے بہت اہم ہے۔ جیسا کہ ہم نے خواتین کا عالمی دن منایا ہے تو اس موقع یہ تسلیم کرنا بہت ضروری ہے کہ خواتین کے حامی قوانین کا نفاذ صرف پہلا قدم ہے۔ مجموعی طور پر گلگت بلتستان اور پاکستان میں صنفی مساوات اور پائیدار ترقی کو یقینی بنانے کے لیے موثر نفاذ ضروری ہے۔

بیٹی کا حقِ میراث: ترقی اور انصاف کا سنگِ میل

مصباح ناز

پاکستان میں بیٹیوں کو میراث میں حق دینا نہ صرف شریعت میں بیان کیا گیا ہے بلکہ سماجی ترقی اور صنفی انصاف کا بنیادی ستون بھی بن چکا ہے۔ اگرچہ آئینِ پاکستان اور اسلامی شریعت بیٹیوں کو وراثت میں واضح حصہ دیتی ہیں اور کئی صدیوں سے دیتی آ رہی ہیں، لیکن یہ بات بھی درست ہے کہ عملی طور پر انہیں یہ حق ملنا ایک مشکل اور پیچیدہ معاملہ ہے۔ موجودہ تحقیق، قانونی اقدامات اور سماجی رویوں کا جائزہ لینے اور ان پر تبصرے کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بیٹیوں کو ان کا میراثی حق دینا نہ صرف انفرادی سطح پر انصاف کو فروغ دیتا ہے بلکہ یہ معاشرتی ترقی کے لیے بھی اہم ہے۔

اسلامی اور آئینی پس منظر

اسلامی تعلیمات کے مطابق، بیٹی کو وراثت میں حصہ دینا اللہ پاک نے فرض کیا ہے۔ سورۃ النساء کی آیت 7 میں واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

’’مردوں کے لیے اس مال میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں۔‘‘

آئینِ پاکستان کا آرٹیکل 23 بھی ملک کے ہر شہری کو جائیداد رکھنے کا مساوی حق دیتا ہے، اور خواتین کو وراثت میں حصہ نہ دینا آئینی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے اور بہت ہی سنگین مسئلہ ہے۔

موجودہ قانونی پیش رفت

حالیہ برسوں میں حکومتِ پاکستان نے خواتین کے وراثتی حقوق کو یقینی بنانے کے لیے متعدد اقدامات اٹھائے ہیں جن میں 2020 میں پنجاب حکومت نے The Punjab Enforcement of Women's Property Rights Act نافذ کیا، جس کے تحت خواتین اپنی وراثتی جائیداد کی ملکیت حاصل کرنے کے لیے محتسب (Ombudsperson) سے رجوع کر سکتی ہیں جو کہ ایک اچھا انجام ثابت ہوتا رہا۔ اس قانون نے کئی خواتین کو قانونی دوڑ کے بغیر ہی اپنی جائیداد حاصل کرنے کا موقع دیا۔

اسی طرح وفاقی حکومت نے بھی Women's Property Rights Act منظور کیا جس کا مقصد ملک میں خواتین کو تیز تر انصاف فراہم کرنا تھا اور جائیداد سے متعلق ان کے حقوق کی حفاظت کرنا اور ان سے ملتے جلتے مسائل کا حل تلاش کرنا تھا۔

زمینی حقائق اور سماجی رکاوٹیں

تاہم، پاکستان میں قوانین کی موجودگی کے باوجود کئی دیہی علاقوں میں بیٹیوں کو جائیداد سے ابھی بھی محروم رکھا جاتا ہے اور وہاں کے لوگ اس کو عام روایتی نظریات کی بنیاد پر دیکھتے ہیں۔ عورت فاؤنڈیشن اور شرکت گاہ جیسی تنظیموں کی رپورٹوں کے مطابق، پنجاب اور خیبر پختونخوا کے متعدد دیہی علاقوں میں خواتین کو بھائیوں کی مرضی کے تحت "رضامندی کے طور پر" اپنے حقوق سے دستبردار ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

2023 میں پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کی ایک تحقیق کے مطابق، پاکستان میں بہت کم خواتین کو اپنی میراثی جائیداد کا مکمل یا کم (آدھا) حصہ ملتا ہے، جبکہ بیشتر خواتین سماجی دباؤ، لاعلمی یا عدالتی پیچیدگیوں کی وجہ سے اپنے حقوق سے محروم رہ جاتی ہیں۔

بیٹی کو میراث دینا: ترقی کا ذریعہ

بیٹیوں کو میراث دینے سے نہ صرف ان کی معاشی خودمختاری، علمی فضیلت اور ترقی ممکن ہوتی ہے بلکہ یہ صنفی مساوات کو بھی فروغ دیتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق، جن خاندانوں میں خواتین کو جائیداد میں حصہ ملا، وہاں لڑکیوں کی تعلیم، صحت اور فیصلہ سازی میں واضح بہتری دیکھنے کو ملی۔ اس کے برعکس بات کی جائے اقوامِ متحدہ کے صنفی مساوات سے متعلق پائیدار ترقی کے ہدف 5 کی تو خواتین کو جائیداد میں حق دینا پائیدار ترقی کے لیے نہایت اہم ہے۔ پاکستان میں اس ہدف کے حصول کے لیے خواتین کو قانونی، سماجی اور اخلاقی سطح پر وراثتی حقوق دینا لازم و ملزم قرار دیا گیا ہے۔

نتیجہ

بیٹی کا حقِ میراث صرف ایک مذہبی فریضہ نہیں بلکہ سماجی فلاح کا ذریعہ بھی ہے۔ جب بیٹیوں کو ان کا حق دیا جائے گا تو وہ نہ صرف خودمختار بنیں گی بلکہ ترقی یافتہ، مساوی اور انصاف پر مبنی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ صرف قانون سازی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ معاشرتی رویوں میں بھی مثبت تبدیلی لائی جائے۔

حوالہ جات:

- سورۃ النساء، آیت 7
- Women's Property Rights Act, 2020 (Punjab & Federal)
- HRCP Report on Women's Inheritance Rights (2023)
- UN SDG Goal 5 (Gender Equality)
- Shirkat Gah Research on Women's Legal Empowerment (2022)

بنیادی انسانی حقوق اور شعبہ قانون میں قانون کے طلباء کا کردار

پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کیلئے نوجوان اپنا مثالی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ ملک میں بڑھتی کرپشن اور لاقانونیت نے نوجوانوں کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا ہے۔ نوجوان آئین اور قانون کے مطابق پاکستان کے مستقبل کو محفوظ کر سکتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان، پنجاب چیپٹر کے وائس چیئر راجہ اشرف نے 12 اپریل کو کمیشن کے مرکزی دفتر میں ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ پاکستان لا اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (PLSA) کے زیر اہتمام قومی سطح کی کانفرنس منعقد ہوئی، جس کا موضوع تھا "بنیادی انسانی حقوق اور قانونی وکالت میں قانون کے طلباء کا کردار"۔ اس اہم موقع پر ملک بھر سے قانون کے طلباء نے بھرپور شرکت کی۔ تقریب سے ممتاز صحافی امتیاز عالم، ایڈووکیٹ رابعہ باجوہ، بیرسٹر امبرین قریشی، بیرسٹر زافر کلانوری، اور ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان، پنجاب چیپٹر کے وائس چیئر راجہ اشرف نے شرکت کی۔ مقررین نے انسانی حقوق کو درپیش موجودہ چیلنجز، ریاستی اداروں کی ذمہ داریاں، اور قانون کے طلباء کے عملی کردار جیسے موضوعات پر جامع گفتگو کی۔ اس کے بعد ایک ورکشاپ کا انعقاد ہوا جس میں انسانی حقوق کے معروف وکیل اسد جمال نے طلباء سے اپنے ذاتی تجربات شیئر کیے اور انہیں قانون کے میدان میں مؤثر کردار ادا کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے نوجوان قانون دانوں کو مشورہ دیا کہ وہ سماجی انصاف کے لیے سرگرم رہیں اور اپنی آواز مظلوموں کے حق میں استعمال کریں۔ (ریاض آصف خان)

پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم، بنیادی رکاوٹیں کیا ہیں؟

آسیا پروین مغل

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں تقریباً 25 ملین بچے اسکول سے باہر ہیں

نجی شعبے نے بھی لڑکیوں کی تعلیم کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں

پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم ایک اہم سماجی و معاشی ضرورت ہے لیکن اس شعبے میں پیش رفت اب بھی کئی چیلنجز سے دوچار ہے۔ حکومتی پالیسیوں، نجی شعبے کی کوششوں اور عالمی تعاون کے باوجود لاکھوں لڑکیاں تعلیمی مواقع سے محروم ہیں۔

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں تقریباً 25 ملین بچے اسکول سے باہر ہیں، جن میں اکثریت لڑکیوں کی ہے۔ اس صورتحال نے نہ صرف صنفی مساوات بلکہ ملک کی مجموعی ترقی پر بھی سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔

اسلامی مؤقف اور عالمی آواز

رواں سال اسلام آباد میں منعقدہ "مسلم ورلڈ لیگ کانفرنس برائے لڑکیوں کی تعلیم'' نے اس موضوع کو عالمی سطح پر اجاگر کیا۔ نوبل انعام یافتہ ملالہ یوسفزئی نے کانفرنس میں شرکت کرتے ہوئے کہا، "ہر لڑکی کا تعلیم حاصل کرنے کا حق ناقابلِ تنسیخ ہے۔''

مسلم ورلڈ لیگ کے سکریٹری جنرل شیخ محمد بن عبدالکریم العیسیٰ نے واضح کیا کہ اسلام لڑکیوں کی تعلیم کی مخالفت کی کوئی گنجائش نہیں دیتا۔ کانفرنس کے اختتام پر جاری کردہ اسلام آباد اعلامیے میں صنفی حساس پالیسیوں، محروم طبقات کے لیے اسکالرشپس اور انتہاپسندانہ نظریات کی مذمت پر زور دیا گیا۔

حکومتی اقدامات اور تعلیمی وظائف

پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے لیے حکومتی سطح پر کئی پروگرام جاری ہیں۔ بینظیر انکم سپورٹ پروگرام (بی آئی ایس پی) کے تحت ''تعلیمی وظائف پروگرام'' غریب خاندانوں کی لڑکیوں کو تعلیمی مواقع فراہم کر رہا ہے۔ اس پروگرام کے تحت پرائمری سے گریجویشن تک لڑکیوں کو سہ ماہی وظائف دیے جاتے ہیں، جو 70 فیصد اسکول حاضری سے مشروط ہیں۔

ایشیائی ترقیاتی بنک کے کنسلٹنٹ محمد نعمان علی کے مطابق، حکومت اس پروگرام کی توسیع پر غور کر رہی ہے تاکہ دور دراز علاقوں کی لڑکیوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکے۔ انہوں نے کہا، "یہ وظائف نہ صرف مالی مدد فراہم کرتے ہیں بلکہ والدین میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے شعور بھی اجاگر کرتے ہیں۔''

تاہم ماہرین کا کہنا ہے کہ مالی امداد کے باوجود بنیادی ڈھانچے کی کمی، اسکولوں تک رسائی اور سماجی رویوں جیسے مسائل اب بھی حل طلب ہیں۔

نجی شعبے کا کردار

نجی شعبے نے بھی لڑکیوں کی تعلیم کے لیے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ملالہ فنڈ، پاکستان الائنس فار گرلز ایجوکیشن (پی اے جی ای)، دی سٹیزن فاؤنڈیشن (ٹی سی ایف) اور آغا خان ایجوکیشن سروسز جیسے اداروں نے ہزاروں لڑکیوں کو تعلیمی مواقع فراہم کیے ہیں۔

پی اے جی ای کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر فجر رابعہ پاشا نے ڈوئچے ویلے (ڈی ڈبلیو) سے گفتگو میں بتایا کہ لڑکیوں کی تعلیم کے سب سے بڑے مسائل میں اسکولوں کا فاصلہ، محفوظ ٹرانسپورٹ کی کمی اور خاندانی تعاون کی کمی شامل ہیں۔ انہوں نے کہا، "دیہی علاقوں میں اسکولوں کی تعداد اور معیار دونوں ناکافی ہیں۔ پالیسیوں کو زمینی حقائق کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔''

فجر نے مزید بتایا کہ ان کا ادارہ 'سٹار اسکولز' کے ذریعے پسماندہ علاقوں میں تعلیم کے ساتھ ساتھ ذہنی صحت اور روزگار سے متعلق تربیت بھی فراہم کر رہا ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے کمیونٹی اور مذہبی رہنماؤں کی شمولیت ناگزیر ہے۔

ماحولیاتی تبدیلیوں کے اثرات

پاکستان ماحولیاتی تبدیلیوں سے شدید متاثرہ ممالک میں شامل ہے اور اس کے اثرات لڑکیوں کی تعلیم پر بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ سیلاب اور دیگر قدرتی آفات کے باعث اسکول تباہ ہو جاتے ہیں اور معاشی دباؤ کی وجہ سے والدین لڑکیوں کی کم عمری میں شادی کو ترجیح دیتے ہیں۔

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیم 'بیداری' کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر عنبرین عجائب نے بتایا، "سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں لڑکیوں کی تعلیم سب سے زیادہ متاثر ہوتی ہے کیونکہ خاندان 'بیٹی کے بوجھ' سے بچنے کے لیے اس کی جلد شادی کر دیتے ہیں۔''

انہوں نے تجویز دی کہ تباہ شدہ اسکولوں کی فوری بحالی، ہنگامی تعلیمی وظائف اور سماجی آگاہی مہمات کے ذریعے اس مسئلے سے نمٹا جا سکتا ہے۔

مسائل اور ان کا حل

ماہرین کے مطابق، لڑکیوں کی تعلیم کے لیے صرف مالی امداد یا پالیسیاں کافی نہیں۔ دیہی علاقوں میں اسکولوں کی تعداد اور معیار بڑھانے، محفوظ ٹرانسپورٹ فراہم کرنے اور سماجی رویوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ فجر رابعہ نے زور دیا، ''ماؤں اور مقامی کمیونٹی کی شمولیت کے بغیر کوئی پالیسی کامیاب نہیں ہو سکتی۔''

ماہرین کے مطابق پاکستان میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے حکومتی اور نجی شعبے کی کوششیں قابلِ تحسین ہیں لیکن انہیں زمینی حقائق کے مطابق مزید جامع اور پائیدار بنانے کے ساتھ ساتھ موسمیاتی تبدیلیوں جیسے نئے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ہنگامی اقدامات اور سماجی شعور کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ملالہ یوسفزئی نے کہا، **"تعلیم صرف ایک حق نہیں بلکہ ہر لڑکی کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔''**

ادارت: امتیاز احمد

سپورٹس سرگرمیاں شروع کرائی جائیں

نوشکی چھ سال قبل نوشکی میں نوجوانوں کے لیے ان ڈورز گیم کمپلیکس کی تعمیر کا کام 6 کروڑ روپے کی کثیر لاگت سے شروع کیا گیا تا کہ نوجوانوں کو ان ڈورز گیمز کی سہولیات کی فراہمی ممکن ہوسکیں لیکن پانچ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی سپورٹس کمپلیکس محکمہ سپورٹس کے اعلیٰ حکام کی عدم توجہی کے باعث غیر فعال ہے۔ ان ڈورز گیم کمپلیکس کے تعمیراتی کام کے ٹھیکیدار کے مطابق 2023 میں ان ڈورز گیم کمپلیکس کی تعمیر کا کام مکمل ہو گیا تھا لیکن دو سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی متعلقہ حکام ان ڈورز گیم کمپلیکس اپنی تحویل میں نہیں لے رہے نہ ہی اسے معاوضہ دے رہے ہیں جس کی وجہ سے مجھے مشکلات اور مالی مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ انتہائی قابل اعتماد ذرائع کے مطابق دو سال قبل سپورٹس کمپلیکس کو فعال بنانے کے لیے 13 لاکھ روپے مختص کیے گئے تھے جس سے سپورٹس کمپلیکس میں فرنیچر اور دیگر سپورٹس آئٹمز کی فراہمی عمل میں لانی تھی لیکن نہ جانے مزکورہ گرانٹ کی فراہمی کن وجوہات کی بنا پر عمل میں نہیں لائی جاسکی۔ بہرحال سیکریٹری سپورٹس اور اعلیٰ حکام کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مزکورہ گرانٹ سے متعلق معلومات حاصل کر کے سپورٹس کمپلیکس کو فعال بنائیں۔ سپورٹس حکام کی عدم توجہی سے کروڑوں روپے مالیت کا سپورٹس کمپلیکس زبوں حالی کا شکار ہے جو قومی دولت کے ضیاع کے مترادف اور سپورٹس حلقوں اور نوجوانوں کے ساتھ سراسر ظلم زیادتی کے بھی مترادف ہے۔ سپورٹس ڈیپارٹمنٹ ان ڈورز گیم کمپلیکس کو تحویل میں نہ لے کر سپورٹس سرگرمیاں شروع کرانے میں عدم دلچسپی سے کام لے رہی ہیں جس کی وجہ سے سپورٹس حلقوں میں مایوسی پائی جاتی ہے۔

(محمد سعید)

دو افراد کی نعشیں برآمد

اوکاڑہ میاں محمد شہباز سکھیرا نے گاؤں ماہتے کی بکن میں امام مسجد قاری ساجد کے ہمراہ رات کے وقت مکئی کی فصل کو پانی لگا رکھا تھا کہ صبح دونوں افراد مردہ حالت میں پائے گئے۔ دونوں افراد کے گلے پر نشانات پائے گئے تھے۔ ورثا نے شک ظاہر کیا ہے کہ بعض نامعلوم افراد نے دونوں کو گلا دبا کر قتل کر دیا۔ چورستہ میاں خان پولیس نے موقع پر پہنچ کر نعشیں اپنی تحویل میں لے کر تفتیش شروع کر دی ہے۔

(اصغر حسین حماد)

موسمیاتی تبدیلیاں: 1970 سے 4 ہزار ارب ڈالر کا نقصان، 20 لاکھ لوگ ہلاک ہوئے، اقوام متحدہ

اقوام متحدہ کے ادارے ورلڈ میٹرولوجیکل آرگنائزیشن (ڈبلیو ایم او) کے مطابق 1970 سے 2021 کے درمیان موسمیاتی تبدیلیوں سے متعلق قدرتی آفات نے 4 ٹریلین ڈالر سے زیادہ کا معاشی نقصان پہنچایا ہے، اور دنیا بھر میں 20 لاکھ سے زائد افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ ڈان اخبار کی رپورٹ کے مطابق 23 مارچ کو منائے جانے والے عالمی یوم موسمیات کے موقع پر ایک بیان میں ڈبلیو ایم او کے سیکریٹری جنرل پروفیسر سیلیسٹے سلو نے کہا کہ معاشی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، لیکن ہلاکتوں کی تعداد کم ہو رہی ہے۔، زندگیاں بچانے میں پہلے سے بہتری آئی ہے۔ ڈبلیو ایم او کا کہنا ہے کہ دنیا میں 10 سال سب سے زیادہ گرم رہے ہیں، اور امکان ہے کہ 2024 پہلا کیلنڈر سال ہوگا، جو عارضی طور پر صنعتی دور سے پہلے کے 1.5 ڈگری سینٹی گریڈ تک پہنچ جائے گا۔ بدقسمتی سے، یہ آخری بار نہیں ہوگا۔ یہ صرف ایک اعداد و شمار سے زیادہ ہے، ڈگری کا ہر حصہ ہماری زندگیوں اور ہمارے ذریعہ معاش کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ موسم اور آب و ہوا کے اثرات زیادہ شدید ہوتے جا رہے ہیں، ہم زیادہ بار اور شدید ہیٹ ویو، زیادہ تباہ کن طوفان اور سیلاب دیکھ رہے ہیں، زیادہ تیزی سے تیز ہو رہے ٹراپیکل سمندری طوفان دیکھ رہے ہیں۔ لہٰذا اس سال کے عالمی یوم موسمیات کا موضوع 'کلوزنگ دی ارلی وارننگ گیپ ٹوگیدر' ہے، یہ دن ہر سال 23 مارچ کو منایا جاتا ہے، جس کا مقصد معاشرے میں قومی موسمیاتی اور ہائیڈرولوجیکل خدمات کے اہم کردار کو ظاہر کرنا اور ایک محفوظ اور زیادہ لچکدار دنیا کی تعمیر کرنا ہے۔ ڈبلیو ایم او نے کہا کہ 'سب کے لیے ابتدائی انتباہ' کے آدھے مرحلے پر، ہم پیشرفت کی اطلاع دینے پر فخر محسوس کرتے ہیں، اور 2024 تک، 108 ممالک نے ملٹی رسک ارلی وارننگ سسٹم کی کچھ صلاحیت کی اطلاع دی ہے، یہ 2015 میں 52 ممالک کے مقابلے میں دوگنا سے زیادہ ہے، لیکن ہمیں مزید تیزی سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ ڈبلیو ایم او اس بات پر زور دیتا ہے کہ حکومتوں کو ٹیکنالوجی کو بڑھانے کے لیے مل کر جدت طرازی اختیار کرنی چاہیے، ممالک میں باہم تعاون کو فروغ دینے کے لیے مل کر کھڑا ہونا چاہیے، اور ایک ساتھ سرمایہ کاری کرنا، متحرک کرنا اور وسائل کا اشتراک کرنا چاہیے، اب وقت آ گیا ہے، اب کام کر کے، سرمایہ کاری کر کے اور مل کر جدت طرازی اپنا کر ہم 'سب کے لیے قبل از وقت وارننگ' کے وعدے کو پورا کر سکتے ہیں۔ تنظیم کا کہنا ہے کہ کوئی بھی ملک اکیلے ان چیلنجوں سے نہیں نمٹ سکتا۔ خطرات کی پیش گوئی کے لیے بین الاقوامی تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، جس میں خطوں میں اعداد و شمار کا اشتراک کیا جاتا ہے، اور قومی موسمیاتی اور ہائیڈرولوجیکل سروسز (این ایم ایچ ایس) کے ذریعہ قابل عمل انتباہ میں تبدیل کیا جاتا ہے۔ تاہم، انتباہوں کو پیشگوئیوں سے آگے بڑھنا چاہیے، وہ واضح، قابل رسائی اور ابتدائی کارروائی سے منسلک ہونے چاہئیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کسی قدرتی آفت کی صورت میں کس طرح ردعمل دینا ہے۔ اقوام متحدہ کے 'سب کے لیے ابتدائی انتباہ' اقدام کا مقصد 2027 تک ہر جگہ ہر ایک کو الرٹ سسٹم کے ذریعے تحفظ فراہم کرنا ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے دنیا کو اکٹھا ہونا چاہیے اور فوری طور پر اقدامات اور سرمایہ کاری میں اضافہ کرنا چاہیے۔ اس موقع پر اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل انتونیو گوتریس نے کہا کہ ہمیں ممالک کے اندر اس اقدام کے لیے اعلیٰ سطح کی سیاسی حمایت، ٹیکنالوجی سپورٹ میں اضافہ، حکومتوں، کاروباری اداروں اور برادریوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ تعاون اور مالی اعانت بڑھانے کی ایک بڑی کوشش کی ضرورت ہے۔ کثیر الجہتی ترقیاتی بینکوں کی قرض دینے کی صلاحیت میں اضافہ کلیدی اہمیت کا حامل ہے، گزشتہ سال طے پانے والے 'مستقبل کے معاہدے' نے اہم پیش رفت کی ہے، اسے مکمل طور پر پہنچایا جانا چاہیے۔ ڈبلیو ایم او کی اسٹیٹ آف دی گلوبل کلائمیٹ رپورٹ نے تصدیق کی ہے کہ 2024 ممکنہ طور پر پہلا کیلنڈر سال تھا جو قبل از صنعتی دور سے 1.5 ڈگری سینٹی گریڈ سے زیادہ ہوگا، یہ 175 سالہ مشاہداتی ریکارڈ میں گرم ترین سال ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ فضا میں کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار گزشتہ 8 لاکھ سال میں بلند ترین سطح پر ہے، عالمی سطح پر گزشتہ 10 سال میں سے ہر ایک انفرادی طور پر ریکارڈ پر 10 گرم ترین سال تھا، پچھلے 8 سال میں سے ہر ایک سال نے سمندر کی گرمی کے مواد کے لیے ایک نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ گزشتہ 18 سال میں آرکٹک سمندری برف کی سب سے کم مقدار ریکارڈ کی گئی ہے، انٹارکٹیکا میں برف کی 3 سب سے کم سطح گزشتہ 3 سالوں میں تھی۔ گلیشیئر کی کمیت کا سب سے بڑا 3 سال کا نقصان گزشتہ 3 سالوں میں ہوا ہے، سیٹلائٹ پیمائش شروع ہونے کے بعد سے سمندر کی سطح میں اضافے کی شرح دوگنی ہوگئی ہے۔ 2023 میں ریکارڈ عالمی درجہ حرارت دیکھا گیا اور 2024 میں یہ ریکارڈ بھی ٹوٹ گیا، اس کی بنیادی وجہ گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں جاری اضافہ تھا۔ غیر متوقع طور پر غیر معمولی درجہ حرارت میں اضافے کی وجہ کئی دیگر عوامل ہو سکتے ہیں، جن میں شمسی چکر میں تبدیلی، بڑے پیمانے پر آتش فشاں کا پھٹنا اور کولنگ ایروسول میں کمی جیسے عوامل شامل ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

ملک پر پنجاب کے سیاسی اور معاشی تسلط نے قوم کے اتحاد کو کمزور کیا ہے : زاہد حسین

ایسا لگتا ہے کہ پاکستان ایک 'شکاری ریاست' میں تبدیل ہو چکا ہے، وہ اصطلاح جسے ماہر اقتصادیات جیمز کے گیلبریتھ نے استعمال کیا تھا۔ وہ شکاری ریاست کو ایک ایسے نظام کے طور پر بیان کرتے ہیں جہاں طاقتور لوگوں کا ایک چھوٹا گروہ (اشرافیہ) ملک کی پالیسیز کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتا ہے جبکہ آبادی کی اکثریت اس کے نتائج بھگتتی ہے'۔ یہی وہ وجہ ہے جس کی بنا پر پاکستان کو مسائل کا سامنا ہے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے مسائل ریاستی ناکامی کی علامت ہیں۔ تاہم آرمی چیف چاہتے ہیں کہ ملک کو اندرونی اور بیرونی مخالفین سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک 'سخت ریاست' بنایا جائے۔ وہ ملک میں حکمرانی کی بگڑتی ہوئی حالت پر ناخوش ہیں۔ انہوں نے پارلیمانی کمیٹی برائے قومی سلامتی کے اجلاس میں سیاسی قیادت سے سوال کیا، 'آخر کب تک ہم پاک فوج کی قربانیوں اور شہدا کے خون سے بری گورننس کا خلا پُر کرتے رہیں گے؟' ان کے خدشات شاید درست بھی ہیں۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ ہم اس نہج تک آخر پہنچے کیسے ہیں کہ جہاں دو اسٹریٹجک اہمیت کے حامل صوبے شورشوں کی لپیٹ میں ہیں اور یہ ہمارے ملک کا ایک وجودی خطرہ بن چکا ہے؟ ملک کو 'سخت ریاست' میں تبدیل کرنے کا کیا مطلب ہے اور اس سے قومی سلامتی کو مضبوط کرنے میں بھلا کس طرح مدد ملے گی؟ یہ تصور بالکل غلط ہے کہ طاقت کا استعمال ملک میں امن کو یقینی بنائے گا۔ ہم بلوچستان میں پچھلی کئی دہائیوں سے عملی مظاہرہ دیکھتے آئے ہیں جس نے صورت حال کو مزید خراب ہی کیا ہے۔ عسکریت پسندوں کی کارروائیاں جنگل کی آگ کی طرح تیزی سے پھیل چکی ہیں جبکہ ریاستی جبر اور طاقت کے استعمال سے اب اس آگ کو بجھانا انتہائی مشکل ثابت ہوگا۔ جب آبادی میں شدید بیگانگی کا احساس پنپ رہا ہو تو ایسے میں دہشتگردی کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ صوبے بھر میں وسیع کریک ڈاؤن اور رہنماؤں کی گرفتاری کے خلاف بلوچ یکجہتی کمیٹی کی ہڑتال کی کال کے بعد بلوچستان کے بڑے حصوں میں نظامِ زندگی درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔ سیاسی حل تلاش کرنے کے بجائے ریاست ایسے سفاکانہ اقدامات کا سہارا لے رہی ہے جن سے عوام کی بے چینی میں مزید اضافہ ہوگا۔ ریاستی جبر کے خلاف بڑھتے ہوئے عوامی اضطراب کو امن وامان کا معاملہ قرار دینا، سیاسی ذمہ داری سے دستبردار ہونے کے مترادف ہے۔ یقیناً طاقت کے استعمال سے امن لانے میں مدد مل سکتی ہے لیکن اگر آبادی میں شدید عدم اعتماد کی وجوہات پر توجہ نہیں دی جائے گی تو یہ تشدد مزید سنگین صورت اختیار کر سکتا ہے جس سے نمٹنے کے لیے شدید ریاستی جبر کا سہارا لینے کی ضرورت پیش آئے گی۔ درحقیقت قوم بے حس اور جابرانہ پالیسیز کی قیمت برسوں سے شہدا کے خون سے ادا کر رہی ہے۔ بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو بنیادی عوامی حقوق سے انکار کا نتیجہ ہے۔ رقبے کے اعتبار سے ملک کا سب سے بڑا صوبہ بنیادی شہری آزادی اور انسانی حقوق کو دبانے کی وجہ سے عسکریت پسندی کے بڑھتے واقعات کی لپیٹ میں ہے۔ ریاستی مشینری کا بار بار استعمال اتھارٹی نہیں بلکہ کمزور حکمرانی کی علامت ہے۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ مزید جابرانہ ہتھکنڈے اپنانے سے بلوچستان میں حالات سنبھل نہیں رہے بلکہ بدستور خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

ایک حکومت صرف اسی صورت میں اپنے لوگوں کی وفاداری حاصل کر سکتی ہے کہ جب آبادی کی اکثریت حکومت کو ان کی بھلائی کے لیے کام کرتے ہوئے دیکھے۔ جب کوئی حکومت سخت اور کنٹرولنگ ہو جاتی ہے تو وہ عوام میں اعتماد اور ساکھ کھو دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے پاس لوگوں کو قابو کرنے کے لیے مضبوط قوتیں موجود ہوں تب بھی ریاست کمزور ہی کہلاتی ہے۔ جمہوری حقوق کے طالب لوگوں کو خاموش کرنے کے لیے طاقت کا استعمال اور غیر منصفانہ سلوک اندرونی مسائل اور اندرونی دشمنی کو جنم دیتا ہے۔ اس سے ملک کی کمزوریوں میں اضافہ ہوتا ہے اور بیرونی قوتوں کو فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔ ایک شکاری ریاست یہ توقع نہیں رکھ سکتی کہ اس کے عوام اس کا ہر معاملے میں ساتھ دیں گے۔ جب کوئی ریاست اپنے ہی لوگوں کے خلاف طاقت کا سہارا لیتی ہے تو درحقیقت یہ ریاست کی کمزوری اور عدم تحفظ کی نشانی ہے۔ ایک غیر محفوظ ریاست ہر شہری کو ممکنہ حریف کے طور پر دیکھتی ہے جو بیرونی دشمنوں کے ساتھ سازش کر رہا ہوتا ہے۔ اپنے ہی شہریوں سے خوفزدہ اور مشینری سے لیس ریاست اپنی بقا کے لیے خطرہ بن جاتی ہے۔ یہ ایک شکاری ریاست میں تبدیل ہو جاتی ہے جو نہ تو قانون کی حکمرانی سے متاثر ہوتی ہے اور نہ ہی مضبوط اور خودمختار اداروں کے ذریعے سخت احتساب کے عمل سے گزرتی ہے۔ حکومت لوگوں کے بنیادی حقوق چھیننے سے مضبوط نہیں ہوتی بلکہ کھلے عام تنقید کرنے اور عوام کے احتساب سے مضبوط ہوتی ہے۔ آج ہم جو دیکھ رہے ہیں وہ ایک ایسی حکومت ہے جو کسی کو اپنے اقدام کی جوابدہ نہیں ہے۔ یہ اپنے ہی شہریوں کا اعتماد کھو چکی ہے۔ پاکستان کی سلامتی کے بہت سے مسائل حکومت اور عوام کے درمیان بڑھتی ہوئی دوری سے پیدا ہوئے ہیں۔ پاکستان بنیادی طور پر ایک کمزور ریاست ہے جس کا نظام تقریباً ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ موجودہ حکومت جس پر سیکیورٹی فورسز کا کنٹرول ہے ملکی اداروں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ اعلیٰ عدالتوں سے ان کی آزادی چھین لی گئی ہے اور اب ملک میں قانون کی حکمرانی نہیں ہے۔ فوج کے زیرِ اثر انتخابات کے ذریعے اقتدار میں آنے والی حکومت اپنی قانونی ساکھ کھو چکی ہے۔ عملی طور پر دو صوبوں کو عسکریت پسندی نے اپنے محاصرے میں لیا ہوا ہے جس سے ایک متحد قوم کی حیثیت سے ملک کا مستقبل خطرے میں ہے۔ سندھ میں بھی عوام کے بڑھتے عدم اطمینان کی وجہ سے بھی صورت حال مزید خطرناک رخ اختیار کر چکی ہے۔ اس کی وجہ پنجاب کی بنجر زمین کو پانی دینے کے لیے چھ کینال بنانے کا حکومتی فیصلہ ہے جس میں مشاورت کے عمل میں کسی کو شامل نہیں کیا گیا۔ ملک پر پنجاب کے سیاسی اور معاشی تسلط نے قومی اتحاد کو کمزور کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ ہمیں پاکستان میں دہشت گردی میں ملوث بیرونی قوتوں کے بارے میں فکرمند ہونا چاہیے لیکن اس مداخلت کی بڑی وجہ حکومت کی اپنی ناکامی ہے۔ جب سرحد پار سے دہشتگردی ہو تو فوج کی جوابی کارروائی کا مطالبہ کرنا اس وقت تک فائدہ مند نہیں ہوگا جب تک ہم اپنے اندرونی معاملات حل نہیں کر لیتے۔ اگر حکومت اپنے عوام کے تحفظات اور ضروریات کو پورا نہیں کر پاتی تو دیگر ممالک کے خلاف کسی بھی طرح کی فوجی کارروائی پاکستان کو مضبوط نہیں بنائے گی۔ 'سخت ریاست' وہ ہوتی ہے جو پالیسیز کو مؤثر طریقے سے نافذ کرتی ہے، کنٹرول مضبوط رکھتی ہے اور ملکی مفادات پر توجہ دیتی ہے۔ لیکن کیا ہمارے پاس طاقت کے استعمال کے علاوہ عوام کا اعتماد بحال کرنے کا کوئی واضح منصوبہ موجود ہے؟ ایک شکاری ریاست لوگوں کی نمائندگی کی پروا نہیں کرتی ہے۔ بلوچستان میں ہم جس طرح معاملات کو سنبھال رہے ہیں، اس سے نوآبادیاتی رویے جھلکتے ہیں جہاں عوام کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ روش بدلنے اور قومی اتحاد کو بچانے کے لیے وقت انتہائی کم رہ گیا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

ریٹائرڈ ملازمین تنخواہوں سے محروم

اوکاڑہ میونسپل کمیٹی بصیر پور کے درجنوں ملازمین کو ماہ مارچ کی تنخواہ نہیں ملی جس کے وجہ سے وہ فاقہ کشی کا شکار ہیں۔متاثرہ بشیر احمد نے بتایا کہ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ گھر کا سودا سلف نہیں خرید سکے۔ چیف آفیسر بلدیہ بصیر پور ارحم نذیر نے بتایا کہ گرانٹ کم ہے اس لیے پینشن کی ادائیگی نہی ں سکی۔گرانٹ کے لئے محکمہ بلدیات کو لیٹر لکھ دیا گیا ہے۔ ریٹائرڈ ملازمین نے سیکرٹری بلدیات سے معاملے کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (اصغر حسین

سوئی گیس دفتر کے قیام کا مطالبہ

اوکاڑہ بصیر پور شہر میں محکمہ سوئی ناردرن گیس پائپ لائنز کا دفتر نہیں ہے۔ مقامی شہریوں کو روزمرہ کاموں کے لیے دیپالپور جانا پڑتا ہے بصیر پر میں سوئی گیس کنکشن کی تعداد گیارہ ہزار کے قریب ہے۔ حویلی لکھا اور حجرہ شاہ مقیم میں یہ دفتر پہلے ہی قائم کئے جا چکے ہیں۔بصیر پور کے شہری اس صورت حال کی وجہ سے تشویش میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے بصیر پور میں ایس این جی پی ایل کے دفتر کے قیام کا مطالبہ کیا ہے۔

(اصغر حسین حماد)

نوجوان کا قتل

عمرکوٹ 7 اپریل کو عمرکوٹ شہر میں 24 سالہ شادی شدہ نوجوان محمد رمضان ولد محمد ہاشم مری کی نعش برآمد ہوئی ہے۔اطلاع پر سٹی پولیس عمرکوٹ نے جائے وقوع پہنچ کر نعش اپنی تحویل میں لیکر سول ہسپتال عمرکوٹ سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثا کے حوالے کی۔نوجوان اصل میں ضلع سانگھڑ کی تحصیل کھپرو کے گوٹھ ہاشم مری کا باشندہ تھا۔اس کی بیوی پرائیویٹ میڈیکل سینٹر پر بطور نرس ڈیوٹی کرتی تھی۔جس کے باعث وہ اپنی بیوی کے ہمراہ عمرکوٹ شہر کے تھر بازار والے علاقے میں کرائے کے ایک مکان میں رہائش پذیر تھا جہاں سے اس کی نعش برآمد ہوئی۔پولیس کے مطابق محلے کے کسی شخص نے پولیس کو اطلاع دی کہ ایک شخص کی نعش کو انتہائی رازداری سے ایمبولینس میں ڈال کر منتقل کیا جا رہا ہے۔اطلاع پر سٹی پولیس نے جائے وقوع پہنچ کر نعش اپنی تحویل میں لی اور متوفی نوجوان کی بیوی شمشاد مری، کیلاش میگھواڑ اور متوفی کے والد ہاشم مری کو حراست میں لے لیا۔ متوفی نوجوان کے کانوں سے خون بہہ رہا تھا۔

(نامہ نگار)

پاکستان سے افغان مہاجرین کی زبردستی بیدخلی روکنے کی درخواست

انسانی حقوق پر اقوام متحدہ کے ماہرین نے پاکستان سے کہا ہے کہ وہ افغانوں کی ملک سے جبری بیدخلی اور انہیں افغانستان بدر کرنے کے منصوبوں پر عملدرآمد روک دے۔افغانستان میں انسانی حقوق کی صورتحال پر اقوام متحدہ کے خصوصی اطلاع کار رچرڈ بینیٹ اور دیگر نے پاکستان سے کہا ہے کہ وہ تحفظ کے لیے اپنے ملک سے ہجرت کرنے والے افغانوں کی میزبانی جاری رکھے جس طرح وہ گزشتہ چار دہائیوں سے زیادہ عرصہ تک کرتا آیا ہے۔ماہرین نے پاکستان کی حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ افغانوں کی ملک سے منتقلی، ملک بدری، گرفتاریوں، انخلا، ڈرانے دھمکانے اوران پر دیگر طرح کا دباؤ ڈالنے کے اقدامات فوری طور پر بند کرے اور انہیں تحقیر آمیز انداز میں ملک چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے۔یاد رہے کہ، پاکستان کی جانب سے افغانستان کے شہریوں کو رضاکارانہ طور پر ملک چھوڑنے کے لیے دی جانے والی توسیعی ڈیڈ لائن 31 مارچ کو ختم ہوگئی تھی۔اطلاعات کے مطابق اب اس میں 10 اپریل تک اضافہ کر دیا گیا ہے جبکہ دارالحکومت اسلام آباد اور اس سے ملحقہ بڑے شہر راولپنڈی سے انہیں بیدخل کرنے کی کارروائیاں جاری ہیں۔

عدم تحفظ کے حقیقی خطرات

ماہرین کا کہنا ہے پاکستان میں موجود لاکھوں افغان شہریوں کو اپنے ملک میں تحفظ سے متعلق حقیقی خطرات کے باوجود واپس بھیجے جانے کا خدشہ ہے۔انہیں افغانستان میں صنفی بنیاد پر تشدد اور خواتین ولڑکیوں کے حقوق پر منظم رکاوٹوں کا خطرہ درپیش ہے۔ ایسے حالات میں ان لوگوں کی بیدخلی انسانی حقوق کے بین الاقوامی قانون، پناہ گزینوں کے قانون اور پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے (یواین ایچ سی آر) کی ہدایات کے خلاف ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ جبراً افغانستان بھیجے جانے والے لوگوں کو صنفی اور فرقہ وارانہ بنیاد پر امتیازی سلوک کا سنگین خطرہ بھی درپیش ہے۔اقوام متحدہ کے ماہرین پاکستان کی جانب سے ستمبر 2023 میں غیر قانونی طور پر ملک میں مقیم افغانوں اور دیگر کی بیدخلی کے منصوبے پر تواتر سے تنقید کرتے آئے ہیں۔اس منصوبے کے تحت پہلے ہی کئی لاکھ افغان اپنے ملک واپس بھیجے جا چکے ہیں۔

ملک بدری اور خدشات

اقوام متحدہ نے پاکستان کی جانب سے افغانوں کو ملک چھوڑنے کے لیے دی گئی 31 مارچ کی ڈیڈ لائن سے پہلے ان کی گرفتاریوں میں پریشان کن اضافے کی اطلاع دی تھی۔مایوسی کا شکار ایسے بہت سے افغانوں نے ادارے کے ماہرین سے رابطہ کر کے بتایا ہے کہ انہیں افغانستان میں طالبان حکمرانوں کی جانب سے مظالم کا خطرہ ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ افغان خواتین، لڑکیوں، ایل جی بی ٹی کیو آئی افراد، نسلی و مذہبی اقلیتوں، سابق حکومت کے عہدیداروں اور سکیورٹی اہلکاروں، انسانی حقوق کے محافظوں اور صحافیوں کے لیے ایسے خطرات کہیں زیادہ ہیں۔واپس جانے والے بے سہارا بچے انسانی سمگلنگ، نوعمری کی شادی اور بدسلوکی کا شکار ہو سکتے ہیں جبکہ جسمانی طور پر معذور اور معمر لوگوں کے لیے بھی سنگین خطرات ہیں۔ایسے تمام لوگوں کی واپسی کے فیصلے کا فرداً فرداً جائزہ لینا ضروری ہے۔

محفوظ مستقبل کے شکستہ خواب

ماہرین نے دیگر ممالک کی جانب سے افغانوں کو ملک بدر کیے جانے پر بھی تشویش کا اظہار کیا ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے افغانستان اور پاکستان میں دہشت گردی کے حملوں پر بھی تشویش ظاہر کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ پاکستان جانے والے بہت سے افغانوں کو کسی تیسرے ملک میں آباد ہونے کی معقول توقعات تھیں تاہم ان کی آبادکاری کے پروگرام اچانک بند کیے جانے سے محفوظ مستقبل سے متعلق ان کے خواب ٹوٹ گئے ہیں۔عطیہ دہندہ ممالک کی جانب سے امدادی مالی وسائل روکے جانے سے افغان حکمرانوں اور امدادی اداروں کی ملک میں واپس آنے والے پناہ گزینوں کو سنبھالنے کی صلاحیت میں مزید کمی آئے گی جبکہ بڑے پیمانے پر اور اچانک ان وسائل کی فراہمی بند ہو جانے کے باعث افغانوں کو درکار انسانی امداد کی فراہمی پہلے ہی بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ماہرین نے کہا ہے کہ افغانستان میں انسانی حقوق کی بگڑتی صورتحال کو دیکھتے ہوئے بیرون ملک مقیم افغانوں کے لیے پائیدار اقدامات کی ضرورت ہے جن کے لیے وسیع تر عالمی برادری کی مضبوط مدد درکار ہوگی۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

فائرنگ سے 12 سالہ بچی جاں بحق

وادی تیرہ 7اپریل کووادی تیراہ میں سیکورٹی فورسز کی جانب سے فائر کی جانے والی ماٹر گولہ رہائشی آبادی پر آ گرا جس کی زد میں آ کر مینت خان نامی شخص کی 12سالہ بیٹی آمنہ ہلاک ہوگئی۔ بعدازاں وادی تیراہ کے عوام نے 12سالہ آمنہ کی لاش مقامی آرمی یونٹ کے سامنے بطور احتجاج رکھ دی اور آرمی کی گاڑیوں پر شدید پتھراؤ کیا۔ (مسعود شاہ)

کمسن بچے سے جنسی زیادتی

سانگھڑ شہداد پور کے قریبی گاؤں مہر علی تالپور میں 10 سالہ معصوم بچے سے مبینہ زیادتی کا واقعہ پیش آیا ہے۔ متاثرہ بچے کو شدید زخمی حالت میں فوری طور پر شہداد پور انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز لایا گیا، جہاں اسے ابتدائی طبی امداد فراہم کی گئی۔ واقعے کے بارے میں متاثرہ بچے کے والد تاج محمد خاصخیلی نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس کے معصوم بیٹے سے زیادتی کی گئی ہے، جس کے ذمہ دار طالب خاصخیلی اور صالک خاصخیلی ولد سارنگ خاصخیلی ہیں۔ ورثاء نے مطالبہ کیا ہے کہ ملزمان کو فوری طور پر گرفتار کر کے سزا دی جائے تاکہ ایسی وحشیانہ حرکتوں کو روکا جا سکے۔

(ابراہیم خلجی)

تین افراد قتل

پاراچنار پاراچنار سے پشاور جانے والے تین افراد قتل مزار علی، طاہر اور سفر علی کی لاشیں لوئر کرم بگن کے علاقہ ڈاڈ قمر سے برآمد۔ مقامی لوگوں نے مزکورہ واقعے اور علاقے میں پائی جانے والی بدامنی کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ امن معاہدے کے باوجود آمدورفت کے راستے بند رکھنا اور اس قسم کے واقعات تشویش کا باعث ہیں۔ ایڈشنل ڈپٹی کمشنر عامر نواز نے کا کہنا ہے کہ واقعے کی تحقیقات کی جا رہی ہے۔

(محمد حسن)

قومی جرگے کے رکن کو رہا کیا جائے

خیبر تحصیل جمرود کے علاقے لالاچینہ میں مقامی افراد نے پاک افغان شاہراہ کو ہر قسم کی آمدورفت کے لیے بند کر دیا ہے۔ احتجاج کی وجہ قومی جرگے کے سرکردہ رکن حسین آفریدی کی پولیس کے ہاتھوں گرفتاری ہے، جنہیں مبینہ طور پر نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا ہے۔ مظاہرین کا مطالبہ ہے کہ حسین آفریدی کو فوری رہا کیا جائے، ورنہ احتجاج مزید شدت اختیار کر سکتا ہے۔

(منظور آفریدی)

تعلیم کا محاصرہ: پاراچنار کا تعلیمی بحران

پاراچنار جیسا کہ مشہور جرمن شاعر ھائنرچ ھائنے نے کہا تھا، "جہاں وہ کتابیں جلاتے ہیں، وہاں بالآخر وہ انسانوں کو بھی جلا دیں گے۔" پاراچنار کے معصوم بچے خوف و ہراس کے عالم میں دیکھ رہے تھے کہ ان کے نئے نصابی کتب، جو اس تعلیمی سال کے لیے مقرر کی گئی تھیں، قافلے میں لے جاتے ہوئے نذرِ آتش کر دی گئیں۔ یہ معصوم روحیں چاہے جسمانی طور پر نہ جلیں، مگر ان کے خوابوں کو راکھ کر دیا گیا، ان کی امیدوں کے چراغ بجھا دیے گئے، اور وہ روشنی چھین لی گئی جو ابھی پوری طرح روشن ہونے کی منتظر تھی۔ بالائی کرم، پاراچنار، گزشتہ 6 ماہ سے محاصرے کی زد میں ہے، جہاں 500,000 سے زائد باشندے ناقابلِ بیان صدمات سہہ رہے ہیں۔ خوراک، ادویات اور ایندھن کی شدید قلت کے ساتھ بار بار ہونے والے پرتشدد واقعات نے زندگی کو ایک نہ ختم ہونے والی جنگ بنا دیا ہے۔ اب ایندھن کی ترسیل کی بندش اور درسی کتب کی عدم دستیابی نے نہ صرف مشکلات کو مزید سنگین کر دیا ہے بلکہ تعلیمی نظام کو مکمل طور پر مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔ محاصرے کی زد میں آنے والے اس علاقے میں کل 374 تعلیمی ادارے موجود ہیں، جن میں 318 سرکاری اور 56 نجی اسکول، 4 ڈگری کالجز اور 1 میڈیکل یونیورسٹی شامل ہیں۔ ان اداروں میں 64,000 سے زائد طلبہ زیرِ تعلیم ہیں، جن میں بچیوں کی بھی معقول تعداد شامل ہے۔ نئے تعلیمی سال کو شروع ہوئے 1 ماہ گزر چکا ہے، مگر 1 بھی درسی کتاب طلبہ تک نہیں پہنچ سکی، کیونکہ کتابیں لے جانے والے ٹرکوں کو روکا گیا اور انہیں نذرِ آتش کر دیا گیا۔ وہ طلبہ جو اپنے سینئرز سے پرانی کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے، وہ بھی ایندھن کی عدم دستیابی کے باعث گھروں تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں، کیونکہ اس ضلع میں اس وقت نہ اساتذہ اسکول پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی طلبہ۔ محصور عوام پہلے ہی مایوسی اور بے بسی کا شکار ہیں، اور اب اپنے بچوں کے مستقبل کو تاریکی میں ڈوبتا دیکھ کر مزید بے چین ہو گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے وہ صرف حال میں ہی قید نہیں بلکہ ان کے مستقبل کو بھی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اس بدترین حالات میں اپنے بچوں کے مستقبل سے پریشان والدین کو حکام کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں مل رہا۔ ضلعی انتظامیہ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ محاصرہ کب ختم ہوگا، نہ ہی وہ اس بات کی ضمانت دے سکتے ہیں کہ بچوں کو درسی کتب فراہم کی جائیں گی یا تعلیمی نظام کو بحال کرنے کے لیے ایندھن فراہم کیا جائے گا۔ دوسری جانب، وفاقی اور صوبائی حکومتیں آپسی اختلافات میں الجھی ہوئی ہیں اور کرم کی ذمہ داری ایک دوسرے پر ڈال رہی ہیں، جبکہ یہاں کے عوام کو چند دہشت گردوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جنہوں نے اس وسیع علاقے کو محاصرے میں لے رکھا ہے۔ (ہمایوں شاہ)

جدید غلامی کا شکار لڑکیوں کو جنسی استحصال کا سامنا، صدر جنرل اسمبلی

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر فائلیمن یانگ نے کہا ہے کہ جدید غلامی اور انسانی سمگلنگ بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے مترادف ہیں جن سے انسانیت اور اس کا وقار مجروح ہو رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انسانی سمگلنگ کے ایک تہائی متاثرین بچے ہیں اور یہ ایک تکلیف دہ حقیقت ہے۔ اس مسئلے کے متاثرین کی بڑی تعداد خواتین اور لڑکیوں کی ہے جنہیں عموماً وحشیانہ تشدد اور کئی طرح کے جنسی استحصال اور بدسلوکی کا سامنا ہوتا ہے۔ اقوام متحدہ کے رکن ممالک نے بہت پہلے اس ظلم کو مسترد کرتے ہوئے اس پر قابو پانے کے تاریخی معاہدے کیے تھے جن میں انسانی حقوق کا عالمگیر اعلامیہ بھی شامل ہے جس میں ہر طرح کی غلامی اور غلاموں کی تجارت کی ممانعت کی گئی ہے۔

متاثرین پر مرتکز پالیسیاں

کمیشن کی رپورٹ میں جدید غلامی اور انسانی سمگلنگ کی وجوہات کا جائزہ لیتے ہوئے ان پر قابو پانے کے لیے واضح سفارشات پیش کی گئی ہیں۔ فائلیمن یانگ کا کہنا تھا کہ یہ رپورٹ ان دونوں مسائل کی وجوہات، جہتوں اور اثرات پر قابو پانے کے اقدامات کو مضبوط کرنے کی پکار ہے۔ دنیا کا کوئی ملک اس لعنت سے محفوظ نہیں خواہ وہ متاثرین کا آبائی ملک ہو، ان کی عبوری منزل یا وہ ایسی جگہ ہو جہاں انہیں اغوا یا سمگل کر کے پہنچایا جاتا ہے۔ انہوں نے رکن ممالک پر زور دیا کہ وہ ایسے اقدامات کو مضبوط کریں جن سے جدید غلامی اور انسانی سمگلنگ کا خاتمہ ہو سکے۔

شراکتوں کی اہمیت

فائلیمن یانگ کا کہنا تھا کہ رکن ممالک کو ایسے اقدامات کرنا ہوں گے جن سے مشمولہ ترقی کو فروغ ملے اور سبھی کو صحت، تعلیم، ہنر کی تربیت اور روزگار کے مواقع تک یکساں رسائی میسر آئے۔ خواتین کو بااختیار بنانے اور بچوں کو تحفظ دینے کی پالیسیاں تشکیل دینا بھی ضروری ہے۔ انہوں نے ان مسائل کو دنیا کے سامنے لاتے رہنے کا عزم کرتے ہوئے سول سوسائٹی، نجی شعبے اور دیگر فریقین کے ساتھ مل کر اس عالمگیر خطرے کو روکنے کے لیے شراکتوں کے قیام کی اہمیت بھی واضح کی۔ (بشکریہ یو این خبرنامہ)

احمدیوں کے قتل کا سلسلہ جاری ہے

چناب نگر بھلیر قصور میں انتہا پسندوں کی فائرنگ سے ایک احمدی نوجوان محمد آصف جاں بحق جبکہ دوسرا شدید زخمی ہوگیا۔ علاقے میں کافی عرصے سے احمدیوں کی عبادت گاہ کے خلاف مہم چلائی جارہی تھی اور ہراساں کیا جارہا تھا۔ احمدیوں کو قانون کے مطابق تحفظ فراہم کرتے ہوئے نفرت انگیزی پر مبنی مہم چلانے والوں کو قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔ 24 اپریل رات پونے گیارہ بجے کے قریب انتہا پسندوں نے فائرنگ کرکے ایک احمدی نوجوان محمد آصف ولد رفیق احمد کو قتل کردیا جبکہ دوسرا نوجوان اشنان احمد فائرنگ کی زد میں آکر زخمی ہوگیا۔ موصولہ اطلاعات کے مطابق محمد آصف اور اشنان احمد موٹر سائیکل پر سوار جارہے تھے۔ وہ اپنے گھر سے تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر تھے کہ انتہا پسندوں نے ان پر فائرنگ کردی۔ محمد آصف کے کندھے پر کمر کی طرف سے گولی لگی جو آر پار ہوگئی جبکہ اشنان احمد کی ٹانگ میں گولی لگی۔ مسلح افراد ہوائی فائرنگ کرتے ہوئے موقع سے فرار ہوگئے۔ ریسکیو 1122 نے دونوں زخمیوں کو ہسپتال منتقل کیا تاہم محمد آصف زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے جاں بحق ہوگئے۔ محمد آصف کی عمر 19 سال تھی۔ انہوں نے والدین کے علاوہ 2 بہنوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ بھلیر ضلع قصور کے علاقے میں گذشتہ دو سال سے انتہا پسند عناصر مختلف طریقوں سے احمدی احباب کو تنگ کر رہے ہیں۔ احمدی عبادتگاہ کے خلاف مہم چلائی گئی اور اسے ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ اسی طرح قبل ازیں بھی احمدیوں کے گھروں پر فائرنگ کی گئی۔ احمدیوں کو راستے میں روک کر دھمکایا اور ڈرایا جاتا رہا اور راستہ استعمال کرنے سے روکنے کی کوشش کی گئی۔ کچھ عرصہ قبل ایک احمدی کو بری طرح زدوکوب کیا گیا۔ کل کے واقعہ سے قبل دو مرتبہ براہ راست فائرنگ کی جاچکی ہے۔ 18 اپریل کو کراچی میں ایک معصوم احمدی کو ہجوم نے ظالمانہ تشدد کا نشانہ بنا کر قتل کردیا تھا۔ ملک کے طول وعرض میں احمدیوں کے خلاف مسلسل نفرت پھیلائی جارہی ہے اور کھلے عام احمدیوں کے قتل کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ گذشتہ کئی مہینوں سے مذہبی انتہا پسند عناصر احمدی عبادتگاہوں کا گھیراؤ کرتے ہوئے احمدیوں کو مذہبی فرائض کی ادائیگی سے زبردستی روک رہے ہیں اور احمدیوں کے خلاف نفرت پر مبنی مہم چلا رہے ہیں جس کے نتیجے میں احمدیوں کے جان و مال کو سنگین خطرات لاحق ہیں۔ ترجمان نے حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ محمد آصف صاحب کے قاتلوں کو فوری گرفتار کرکے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

(صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

دنیا افراد باہم معذوری کی توقعات پر پورا نہیں اتر رہی، امینہ محمد

..... اقوام متحدہ کی نائب سیکرٹری جنرل امینہ محمد نے کہا ہے کہ دنیا افراد باہم معذوری کو مایوس کررہی ہے جنہیں طبی عدم مساوات، کمزور صحت، بیماریاں لاحق ہونے اور قبل از وقت اموات کے خدشات دیگر کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہیں۔ انہوں نے جرمنی کے دارالحکومت برلن میں جسمانی معذوری کے موضوع پر منعقدہ عالمی کانفرنس کے لیے اپنے ویڈیو پیغام میں کہا ہے کہ اگرچہ دنیا میں ایسے افراد کی تعداد 16 فیصد ہے تاہم بیشتر جگہوں پر انہیں زندگی کے ہر شعبے میں پیچھے رکھا جاتا ہے۔ انہیں صحت و ترقی کے مواقع کی فراہمی وقار، انسانیت اور انسانی حقوق کا معاملہ ہے اور یہ انسانوں کی مشترکہ اقدار ہی نہیں بلکہ عام فہمی کا امتحان بھی ہے۔ آج اور کل ہونے والی اس کانفرنس کا مقصد جسمانی معذور افراد کو معاشرے کے تمام حصوں سے پوری طرح مربوط کرنے کے لیے عالمگیر کوششوں میں تیزی لانا ہے۔ کانفرنس میں تقریباً 4,000 لوگ شرکت کر رہے ہیں جس کا اہتمام اردن اور جرمنی کی حکومتوں نے جسمانی معذوری پر بین الاقوامی اتحاد نے کیا ہے۔ اس موقع پر جسمانی معذوری سے متعلق مسائل پر قابو پانے کے لیے عمان۔ برلن اعلامیہ جاری ہونے کی بھی توقع ہے۔

مسلح تنازعات اور جسمانی معذوری

نائب سیکرٹری جنرل نے غزہ، یوکرین، اور سوڈان جیسی جگہوں پر رہنے والے لوگوں کو درپیش خطرات اور مشکلات کا تذکرہ بھی کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ غزہ میں جتنی بڑی تعداد میں بچے معذور ہوئے ہیں اس کی جدید تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ مسلح تنازعات میں جسمانی معذور افراد کے لیے خطرناک جگہوں سے انخلا کرنا اور پناہ گاہوں یا خدمات تک رسائی کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ یہ ان کے انسانی حقوق اور وقار پر حملے کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلح تنازعات میں سب سے پہلے انہی لوگوں کی ہلاکتیں ہوتی ہیں۔ انہوں نے غزہ میں اقوام متحدہ کے لیے کام کرنے والی ایک نوجوان فلسطینی خاتون مائی کا ذکر بھی کیا جس کا عضلاتی نقص یا وہیل چیئر ان کے خوابوں کی تکمیل کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔ اعلیٰ تعلیمی صلاحیتوں کی بنا پر انہیں اقوام متحدہ کے لیے سافٹ ویئر کی تیاری کا کام ملا تھا۔ تاہم، نومبر 2023 میں وہ اپنے خاندان کے ساتھ اسرائیل کی بمباری میں ہلاک ہو گئیں۔

افراد باہم معذوری کے حقوق کا تحفظ

افراد باہم معذوری کے حقوق کو 2006 میں اقوام متحدہ میں منظور کردہ ایک معاہدے کے ذریعے تحفظ دیا گیا ہے۔ جسمانی طور پر معذور افراد کے حقوق کا یہ کنونشن 21 ویں صدی میں انسانی حقوق پر پہلا جامع معاہدہ ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ کیسے ہر طرح کے حقوق کا اطلاق جسمانی معذور افراد پر بھی ہوتا ہے۔ اس میں ایسی جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے جنہیں ان لوگوں کی معذوری کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنے حقوق سے موثر طور پر کام لے سکیں۔ اس کنونشن کے نتیجے میں 90 فیصد ترقی پذیر ممالک نے ایسے قوانین اور پالیسیاں تشکیل دی ہیں جن سے جسمانی معذور افراد کے تعلیمی حق کو تحفظ ملا ہے جبکہ فی الوقت ان میں ایک تہائی ممالک میں ہی قابل رسائی سکول موجود ہیں۔ علاوہ ازیں، ان ممالک میں معذور افراد کی نصف تعداد کو نقل وحمل کے ذرائع تک رسائی نہیں ہے۔ ایسے بچے سکول اور بڑے کام پر نہیں جاسکتے اور خاندانوں کو ضروری خدمات میسر نہیں آتیں۔ امینہ محمد نے کہا ہے کہ اس صورتحال کو تبدیل ہونا چاہیے اور اس کے لیے سبھی کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

معذوری کا شکار لڑکی سے جنسی زیادتی

میانوالی تفصیلات کے مطابق عیسیٰ خیل کے نواحی علاقہ بھور شریف میں معذوری کا شکار تیرہ سالہ لڑکی کو محمد اعجاز نامی شخص نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا اور فرار ہوگیا۔ اہل علاقہ کا حکومت کے اعلیٰ حکام سے مطالبہ ہے کہ ایسے درندے کو پکڑ کر سرعام پھانسی دی جائے تاکہ کوئی دوبارہ ایسی گھناؤنی حرکت نہ کرسکے۔ پولیس نے لڑکی کے ولد کی مدعیت میں مقدمہ درج کرکے ملزم کو گرفتار کرلیا ہے۔

(محمد رفیق)

تعلیمی سہولیات کے بغیر اسکول

میانوالی گورنمنٹ گرلز مڈل سکول محلّہ سمال خیل داؤدخیل کی چار دیواری، مرکزی دروازے، بجلی کے کنکشن اور صاف پانی کے ساتھ ساتھ ٹیچر کی تعیناتی اور کلاس رومز میں بیٹھنے کیلئے فرنیچر کی دستیابی کی اشد ضرورت ہے۔ نیا تعلیمی سال شروع ہو چکا ہے لیکن ابھی تک فی میل ٹیچر کی تعیناتی ممکن نہیں ہوسکی۔ اہلِ محلّہ کا وزیر اعلیٰ پنجاب سے مطالبہ ہے کہ کہ اسکول کا تعمیراتی کام بھی جلد از جلد مکمل کروایا جائے۔

(محمد رفیق)

عورتیں

غیرت کے تصور نے تین اور جانیں لے لیں

اوکاڑہ، میانوالی 20اپریل کو رینالہ خورد کی آبادی 6ون ایل میں شکیل نامی شخص نے بدچلنی کے شبہ میں غیرت کے نام پر اپنی بیوی 25 سالہ جنت کو تیز دھار چاقو سے گلہ کاٹ کر قتل کر دیا۔ پولیس تھانہ رینالہ خورد صدر نے ملزم شکیل کو گرفتار کرلیا ہے۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ پولیس نے آلہ قتل بھی برآمد کرلیا۔ ملزم نے اعتراف جرم کرلیا ہے۔ جبکہ 19 اپریل کو میانوالی کے علاقہ چکڑالہ کے نواحی علاقہ ڈھوک ایوب میں بھائی نے اپنی بہن کو فائر مار کر قتل کر دیا۔ پولیس کی انوسیگیشن ٹیم و فرنزاک یونٹ نے جائے وقوعہ سے شواہد اکھٹے کئے اور لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ ملزم کے خلاف مقدمہ درج ہوگیا تھا۔ 14 اپریل کو میانوالی کے تھانہ ہرنولی کے نواحی علاقہ بالاشریف میں ایک خاتون قتل ہوئی ۔ نصراللہ نامی شخص وقوعہ والے روز اپنی بھانجی کے گھر آیا جو کہ اپنے گھر میں موجود تھی۔ نصراللہ نے بچی کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا اور موقع سے فرار ہوگیا۔ پولیس نے جائے وقوعہ سے شواہد اکھٹے کئے، لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا، اور ملزم کے خلاف قتل کا مقدمہ درج کرلیا گیا ہے۔

(اصغر حسین حماد، محمد رفیق)

ایٹا اسٹاف کی غیرقانونی حرکت پر قانونی کارروائی کا مطالبہ

جنوبی وزیرستان ایجوکیشن ٹیسٹنگ اینڈ ایویلیو ایشن ایجنسی (ایٹا) ٹیسٹ میں اگر کسی امیدوار پر نقل یا کسی بے ضابطگی کے باعث ایک سال کی پابندی لگتی ہے لیکن برقعہ یا نقاب پہنے خواتین کی عزت اور حیا کو پامال کرنا، ان کی اجازت کے بغیر ان کی تصاویر لینا، اور پھر ان تصاویر کو سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرنا نہ صرف غیر اخلاقی اقدام ہے بلکہ پاکستانی قانون اور اسلامی اقدار کی بھی سراسر خلاف ورزی ہے۔ یہ فعل پاکستان کے قوانین و آئین کے منافی ہے اور اس میں ملوث عملے کے لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔ مزید برآں، مستقبل میں ایسے کسی بھی واقعے کی روک تھام کے لیے واضح، سخت پالیسیاں تشکیل دی جائیں۔

(رضیہ محسود)

سیلاب سے متاثرہ لاڑکانہ کی اساتابی بی کی معاشی جدوجہد کی کہانی

لاڑکانہ حکومتِ جاپان کی مالی معاونت سے اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام یواین ڈی پی نے اساتابی بی کا کریانہ سٹور بحال کرنے میں مدد کی ہے۔ 2022 کے وسط میں آنے والے سیلاب نے پاکستان کے ایک تہائی رقبے پر تباہی مچائی جس سے لاکھوں لوگوں کی زندگی اجڑ گئی۔ کڑی مشکلات جھیلتے یہ سیلاب زدگان تاحال بحالی کی جدوجہد میں مصروف ہیں جس میں انہیں اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (یواین ڈی پی) کا تعاون بھی حاصل ہے۔ سیلاب سے بری طرح متاثر ہونے والے صوبہ سندھ کے شہر لاڑکانہ کی اساتابی بی کے خاندان نے بھی اس آفت میں اپنا سب کچھ کھودیا تھا لیکن 'یواین ڈی پی' کی مدد سے ان کی زندگی بڑی حد تک معمول پر واپس آگئی ہے۔ اساتابی بی لاڑکانہ کے گاؤں امام بخش محلّہ میں رہتی ہیں۔ سیلاب ان کے لیے محض ایک قدرتی آفت سے کہیں بڑی تباہی ثابت ہوئی۔ اس میں انہوں نے نا صرف اپنا گھر بلکہ چھوٹی سی پرچون کی دکان بھی کھودی جو کئی سال سے ان کی آمدنی کا بنیادی ذریعہ تھی۔ اساتا کو زندگی بچانے کے لیے اپنے دو بچوں کے ساتھ نقل مکانی کرنا پڑی جن میں سے ایک جسمانی طور پر معذور اور دوسرا زیر تعلیم ہے۔ سیلاب نے روزگار چھینا تو اساتا کے شوہر کو مچھلیاں پکڑ کر روزی روٹی کا بندوبست کرنا پڑا لیکن یہ کام اس زندگی کی بحالی کے لیے کافی نہیں تھا جو انہوں نے سیلاب میں کھودی تھی۔ ایسے میں انہیں روزانہ بقا کی جنگ لڑنا پڑی یہاں تک کہ 'یواین ڈی پی' ان کی مدد کو آیا جس نے ان کا وقار اور امید بحال کی۔

روزگار، زندگی اور امید کی بحالی

جاپان کی حکومت کے تعاون سے 'یواین ڈی پی' سیلاب سے بحالی کے پروگرام (ایف آر پی) کے ذریعے اساتابی بی جیسے لوگوں کو زندگی معمول پر لانے، فوری مدد کی فراہمی کے ساتھ انہیں طویل مدتی طور پر مضبوط بنانے اور اس ضمن میں خاص طور پر ان کے روزگار کو بحال کرنے میں تعاون مہیا کر رہا ہے۔ اس پروگرام کے ذریعے سیلاب زدہ خاندانوں کی فوری ضروریات پوری کرنے کے لیے انہیں چھوٹے پیمانے پر روزگار کے ذرائع مہیا کیے جاتے ہیں تاکہ ان کی آمدنی بحال ہو سکے۔

اس پروگرام کے تحت شروع کیے گئے ' کریانہ ڈویلپمنٹ انٹرپرائز انیشی ایٹو' کے ذریعے ادارے نے 2,200 سے زیادہ لوگوں کو اپنا کاروبار بحال کرنے میں مدد دی ہے۔ ان میں اساتابی بی بھی شامل ہیں جنہیں اپنے علاقے میں واپسی کے بعد اپنی دکان دوبارہ شروع کرنے کے لیے درکار سامان مہیا کیا گیا ہے۔

اساتابی بی گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ

چند ماہ پہلے تک سیلاب سے تباہ حال یہ خستہ حال دکان خالی پڑی تھی جو اب کھانے پینے کے سامان سے بھری نظر آتی ہے۔ اس دکان سے حاصل ہونے والی آمدنی کی بدولت نا صرف ان کے گھریلو اخراجات پورے ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے بیٹے کی تعلیم کے لیے رقم بھی بچا لیتی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ دکان ہی ان کا سب کچھ ہے۔ اس سے ان کا گھر چلتا ہے اور وہ اپنے بچوں کے بہتر مستقبل کی امید پاتی ہیں۔ 'یواین ڈی پی' کی اس مدد سے صرف اساتابی بی کے خاندان کو ہی فائدہ نہیں ہوا بلکہ یہ دکان اس گاؤں کے لوگوں کے لیے بھی روزمرہ اشیا کے حصول کا وسیلہ بنی ہے جنہیں اس مقصد کے لیے دور نہیں جانا پڑتا۔

مستحکم مستقبل کی جانب سفر

2022 کا سیلاب پاکستان کی تاریخ میں آنے والی ایک بدترین موسمیاتی تباہی تھی جس سے تین کروڑ 30 لاکھ سے زیادہ لوگ متاثر ہوئے اور 80 لاکھ کو راتوں رات نقل مکانی کرنا پڑی۔ 'ایف آر پی' کے ذریعے سیلاب متاثرین کو طویل مدتی معاشی بحالی اور اساتابی بی جیسی خواتین کو نا صرف اپنی بقا بلکہ مستحکم روزگار کے لیے بااختیار بنانے میں بھی مدد ملی ہے۔

تعمیر نو کا یہ سفر جاری ہے اور 'یواین ڈی پی' کا کہنا ہے کہ ہر کاروبار، ہر گھر اور ہر بچے کی زندگی و تعلیم کی بحالی ان لوگوں کو ایسے مستقبل کی جانب ایک قدم مزید قریب لے آتی ہے جہاں استحکام تباہی پر غالب ہوگا۔

(بشکریہ یواین خبرنامہ)

☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:							
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال				مہینہ		تاریخ

3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم و رواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)		

6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل

7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	1-			
	2-			
	3-			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیر دار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثرورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	1-			
	2-			
	3-			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	

15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی کروا کر کوائف پُر کرکے بھیجیں

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور تقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب و معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل و عیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہء قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ